وَلَا يَاتُونَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا

وہ (کافر) آپ کے پاس کوئی بھی ایسی مثال نہیں
لاتے کہ (جس کے جواب میں) ہم آپ کے پاس حق اور احسن تفسیر
نہ لائے ہوں (الفرقان)

تفسیر آیت مباہلہ

مصنفہ

عبدالغنی شیدا خطیب

عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com
www.sadaislam.com
www.zekr.tv
www.kalemeh.tv
www.ahlehaq.org/hq
www.islamhouse.com
www.eeqaz.com
www.tauheed-sunnat.com

www.islamic-forum.net
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.kitabosunnat.com
www.muhammadilibrary.com
www.islamqa.info/ur
www.quran-o-sunnah.com
www.deeneislam.com
www.nadwatululama.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر آیت مباہلہ

مصنفہ

عبد الغنی شیدا خطیب

ناشران

جمعیت محبین صحابہؓ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ	۹	مباہلہ قطعی الیقین کے سوا جائز نہیں	[illegible]
دیباچہ	۱۰	آیت کی تفسیر اور اہم نکات	[illegible]
نجران کا محل وقوع اور اس کی وجہ تسمیہ	۱۰	ایک اعتراض و جواب	[illegible]
طول آبادی اور تخمینہ آبادی	۱۴	اعتراض مع استدلال	[illegible]
محمد عزہ دروزہ کی کتاب عصر النبی سے شہادت	۱۹	غلط استدلال اور اسکی حقیقت	[illegible]
طبقات ابن سعد کا بیان	۲۰	دوسرا جواب	[illegible]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک	۲۱	تیسرا جواب	[illegible]
اہل نجران کے نام	۲۱	چوتھا جواب	[illegible]
حضور ص کا نجران کے پادریوں سے مناظرہ	۲۲	علامہ بیضاوی کی تحقیق	۴۲
علامہ بیضاوی کی تحقیق	۲۴	فیضی کی یاوہ گوئی	۴۳
جلالین کی رائے	۲۸	زمخشری کی منطق	۴۳
حضور ص کا اہل نجران سے معاہدہ	۲۹	خلاصہ بحث	۴۳
علامہ فخر الدین رازی کی تحقیق	۳۰	پہلی روایت	۴۴
علامہ قسطلانی کا بیان	۳۰	دوسری روایت	۵
روایات میں ماہ صفر کا تقدم و تاخر اور وجوہات	۳۰	ترجمہ روایت دوم	۶
رسول ص کی طرف سے اہل نجران پر عائد کردہ شرائط	۳۲	علمائے بلاغت کا اصول	۸
نصاریٰ نجران کی طرف سے شرائط	۳۳	حقیقت متعذرہ کی مثال	۸
صلحنامہ کے گواہوں کے اسمائے گرامی	۳۴	عربی لغت سے انحراف	۹
حُلّہ کی لغوی تشریح	۳۴	پہلی روایت پر بحث	۵۰
آیت مباہلہ کا شان نزول	۳۵	روایت کا تیسرا حصہ	۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
…ہ پر جرح	۵۵	اردو تفاسیر	۷۵
…حدیث کساء پر جرح	۵۶	وہ تفاسیر جن میں روایت مذکور ہے	۷۶
…ت کساء درایت کے آئینہ میں	۶۱	تفاسیر شیعہ ایران	۷۹
…سد کے مترجم کی غلطی	۶۲	حضرات حسنین رض کی عمروں کے بارے میں	۷۹
…ونوں روایتوں میں اختلاف	۶۳	حضرت حسن رض کی تاریخ پیدائش	۸۰
…لاصہ بحث	۶۵	حضرت حسین رض کی تاریخ پیدائش	۸۱
…ر وفد نجران بخاری کی نظر میں	۶۵	واقعہ کا پس منظر	۸۱
…ث بخاری کے راویوں کا حال	۶۷	ضروری توضیحات	۸۴
…ات میں وجوہ اختلاف	۶۹	ناقدین سے التماس	۸۶
…لدون کی غلطی	۷۰	مآخذ	۸۹
…ری تنبیہ	۷۱	تقریظ ڈاکٹر محمد سلطان نظامی صاحب	۹۰
…فاسیر جن میں روایت نہیں	۷۲	کتاب اصحاب رسول جوائنڈ کی نظر میں	۹۲
…ری نوٹ	۷۵		

قیمت ———— ۶ روپے

طبع ———— مئی سنہ ۱۹۸۰ء

مطبع ———— کاسمو پرنٹرز ۸۰ م ڈی موری گیٹ لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ————

خط و کتابت مصنف کے نام کریں ،

جس پر انسان پروانہ وار مرتے تھے دین کی خاطر اس کا جوار و قرب بھی قربان کیا،
بھی آپ کو تو کیا آپ کے ساتھیوں کو بھی راہِ حق سے نہ پھیر سکا۔
جب مدینہ منورہ کو آپ نے اپنے ورودِ مسعود سے عزت بخشی تو وہاں بھی
ظاہر اور باطن دشمن پیدا ہوگئے جو یہود اور منافقین کے نام سے پکارے جاتے ہیں
انکی خفیہ تدبیریں اور مکر کی چالیں بھی آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں یہ قدسی جماعت بڑھتی
پھیلتی چلی گئی اور آیاتِ قرآن کا نزول بھی لگاتار جاری رہا یہانتک کہ جب آپ پر
قرآن اتار دیا گیا اور آپ نے مکمل دین اُمت کو عطا کر دیا
اور جب آپ کی نیابت کا ملکہ اُمت کے افراد میں راسخ ہوگیا جو آپ کے
اسی طرح جاری و ساری رکھ سکیں تو آپ کو اللہ کریم نے دنیا سے اُٹھا لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
رَاجِعُوْن

آپ کی رحلت کے بعد یہ بارِ گراں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فولادی کندھوں
پر صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے ڈال دیا جسکی طرف آپؐ خود ان کو امام نماز
امامتِ صغریٰ سے امامتِ کبریٰ کی طرف اشارہ کر گئے تھے چنانچہ اسی کو صحابہ
خلافت کی دلیل قرار دیا، ڈاکٹر گستاوِ لیبون اپنی کتاب تمدنِ اسلام عرب میں یہ
دیتا ہے

"ابوبکر مامور شد بجائے پیغمبر صحابہ نماز گذارد ہمیں سبب شد کہ بعد از پیغمبر
او را برائے خلافت انتخاب کردند" تمدن اسلام عرب حصہ دوم ص۱۱ مطبوعہ
مترجم سید محمد تقی

ترجمہ: ابوبکرؓ پیغمبرؐ کی جگہ نماز پڑھانے پر مامور تھے صحابہ انکے پیچھے نماز ادا
کرتے رہے اور یہی سبب ہوا کہ پیغمبرؐ کے بعد اُن کو خلافت کیلئے صحابہ نے منتخب
کیا حضرت ابوبکرؓ نے اسلامی حکومت کی بنیادیں جما دیں، فتنہ ارتداد،
زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا۔ اس موقعہ پر صحابہ کرام کی رائے کی
پرواہ نہ کی اور کارِ نبوت رازدارِ نبوت نے بأحسن طریق انجام دیا، جب اسلام

عرب سے نکل کر عراق و شام میں پہنچا تو آپ کا عرصہ حیات ختم ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس جلیل القدر شخصیت کا انتخاب فرمایا جس کو
اللہ کے رسولؐ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا اور فرمایا تھا اگر سلسلہ نبوت مجھ پر ختم نہ ہوگیا
ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتا، آپ کو تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علیؓ تسلیم کیا پھر حضرت عمرؓ
کا دور ایسا دور کہ زیرِ آسمان اسکی مثال نہیں ملتی ان کے عدل و مساوات، اُمت کی خیر خواہی اور
آپ پر فتوحات کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ دُنیا حیرت زدہ رہ گئی اور دشمنانِ اسلام اس عصائے اسلام کو
ٹھکانے لگانے کی تدبیریں سوچنے لگے، آخر کار ایرانیوں کی سازش سے ایرانی مجوسی ابو فیروز
لؤلؤ نے ہرمزان ایرانی کے ایما پر آپکو شہید کر ڈالا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت عمرؓ نے وفات سے قبل چھ آدمیوں کو نامزد کر دیا کہ ان میں سے کسی کو
خلیفہ بنا دیا جائے۔ یہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد بن وقاص، حضرت عبدالرحمٰن
بن عوف، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم تھے یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے
آخر حضرت عثمانؓ اتفاق رائے سے خلیفہ بنا دیئے گئے بارہ سال خلافت کی
بیت المال سے ایک پیسہ نہیں لیا اللہ کیلئے کام کیا حدودِ مملکت افریقہ تک جا پہنچی دشمنوں کو
یہ برداشت نہ تھا۔

آخر اس محسنِ اُمت خلیفۂ اسلام اور دامادِ رسولؐ کو چالیس دن بھوکا پیاسا رکھنے کے
بے دردی سے شہید کر ڈالا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

یہ قاتل ایرانی اور مصری تھے کوفے اور بصرے اور مصر کے غنڈے تھے جنہوں
نے اس پاکباز ہستی کو اس کے گھر کے اندر جا کر شہید کر ڈالا قرآن کریم جس کی آپ تلاوت
فرما رہے تھے اس کو پاؤں کی ٹھوکریں ماری

طبری کے الفاظ یہ ہیں ضرب المصحف برجلہ فاستدار، یہ غافقی بن حرب
حضرت نائلہ زوجہ محترمہ حضرت شہید مظلوم کے ہاتھ کی انگلیاں اپنے شوہر کو بچاتے
ہوئے کٹ گئیں، پھر کروڑوں روپیہ کا سامان لوٹا اور عورتوں کے زیورات تک اتار لیئے
ھذا ما علی النساء۔ طبری، یہ منظر بھی آسمان نے دیکھا اور اہل زمین نے اس پر

گواہی دی اور قرآن نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی آپ کا خون قرآن پاک کی مقدس آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گرا پھر یہ لوگ خانہ جنگی کرانے میں بالآخر کامیاب ہو گئے نوے ہزار انسان قتل ہوئے جن میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ کے صحابہ کرام حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی اس رزم گاہ میں شہید ہوئے

یہاں سے کھلم کھلا بغاوت اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ ایرانیوں نے شروع کیا اور جھوٹے الزامات خلفائے اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر لگانے شروع کیے

جن صحابہ کرام کو قرآن نے اور شارحِ قرآن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی اور پاکباز فرمایا تھا أَصْحَابِي كُلُّهُمْ عُدُولٌ ، أَصْحَابِي كَالنُّجُوْمِ وغیرہ القابات سے نوازا تھا انکو خائن، ظالم، فاسق حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہا اور لکھا جانے لگا لاکھوں جھوٹی روایتیں ابنِ سبا کی ٹکسال سے گھڑی جانے لگیں، ادھر ان کو غاصب کہا جانے لگا اور دوسری طرف حضرت علی رضؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے جعلی مناقب اور فرضی فضائل گھڑے جانے لگے

آیت مباہلہ کے ذیل میں جو واقعہ گھڑا گیا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ امت کو یہ باور کرایا جائے کہ اہلِ بیت نبویؐ صرف حضرت علیؓ حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین ہیں پھر مسئلہ خلافت اور وراثت میں باغِ فدک کے افسانے تراشے جانے لگے یہاں تک دشمنی میں آگے بڑھے کہ خلفائے اسلام صحابہ کرام کے معائب اور حضرت علیؓ وغیرہ کے فضائل اس حد تک بڑھائے کہ اہلِ بصیرت دونوں کا اِبا و انکار کیے بغیر نہ رہ سکے

؎ زباں اپنی حد میں ہے بے شک زباں — بڑھے ایک نقطہ تو ہے یہ زیاں

بہرحال دشمن کب اس سود و زیاں کو دیکھتے ہیں وہ کام کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھلے اہل علم بھی اِن کے جال میں پھنس کر رہ گئے، جو مفسر، محدث، فقیہ اور مؤرخ بنکر مسلمانوں میں در پردہ جھوٹ اور افتراء کی تبلیغ کرنے لگے جو اسلام کی ضد تھی

پھر ہوشیار دماغ بانیوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی، جس کے عقائد، اصول و فروع، فقہی مسائل، حدیث و تاریخ اسلام کے برعکس کفریات و مغلظات کا ایک طومار ہے اسلام اور کفر میں جو وجوہ امتیاز تھیں انکو ہی مشکوک بنا ڈالا پہلی ضرب قرآن پر لگائی کہ یہ اصلی نہیں محرف ہے پھر حدیث کو کون مانتا، اسی مہم کی کڑیوں میں آیات کی غلط تفسیر اور تراجم بھی ہیں، اس مہم میں مفسرین بہت شکار ہوئے، محدثین بھی دھوکہ کھا گئے حتیٰ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث بھی ان کی ابلیسی مہم میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بعض ایسی روایات اپنی صحیح میں درج کیں جو مقام صحابہ رضؓ اور تعدیل نبویؐ کے منافی ہیں، جیسے کتاب المغازی میں حضرت علیؓ کی طرف منسوب واقعہ،

بہرحال یہ وہ دردناک واقعات اور کربناک حادثات ہیں جو امتِ مسلمہ پر گذرے ہیں اور ہنوز گذر رہے ہیں اور امت کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ اس کا احساس تک نہیں، توجہ دلانے سے بھی اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا — اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

میں نے تفسیر آیت مباہلہ میں صحیح صورت حال پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کتاب "ہجرت نبوی" و "معیت صدیقی" اور کتاب "اصحاب رسول قرآن کی نظر میں" اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں

عبدالغنی شیدا

خطیب

مدنی مسجد

فاروق گنج لاہور

دیباچہ

اس کتاب میں مندرجہ ذیل اُمور پر بحث کی گئی ہے
آیت مباہلہ کا شانِ نزول، مباہلہ کیلیے مخالف فریق کا تیار ہی نہ ہونا، حدیث کساء کی حقیقت۔ اِن امور کی توضیحات کیلئے قرآن، حدیث صحیح اور تاریخ سے استدلال کیا ہے۔ آیت کے علمی نکات، منطقی استدلالات تفاسیر مشاہیر اسلام سے پیش کیئے ہیں، مخالفین کے علمی اعتراضات کی تردید اور تصویر کا صحیح رُخ متعین کیا ہے، حدیث کساء کے رواۃ پر جرح اور اُصولِ روایت اور درایت سے بحث کی ہے، جس سے اس روایت کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا متعصب اور بے انصافی کو ہرگز کام میں نہیں لایا گیا بلکہ انصاف اور صحیح تحقیق سے اہلِ حق اور اہلِ علم صاحب بصیرت حضرات کیلئے ایک علمی اضافہ پیش کیا ہے۔ اللہ کریم سے دُعا ہے کہ اِس کی اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائیں اور یہ میری نجات کا باعث بنے اور اُمت کے لیے اس باب میں ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہو، ضلالِ بعید میں بھٹکے ہوتے بھی صراطِ مستقیم پر آجائیں۔ آمین

قبل ازیں کہ آیت اور اسکا شانِ نزول لکھوں میں چاہتا ہوں نجران اور اہل نجران پر کچھ روشنی ڈالوں

نجران کا محل وقوع اور اسکی وجہ تسمیہ

نجران مکہ مکرمہ سے سات منزل دور یمن کی طرف ایک بہت بڑا شہر تھا اس کے مضافات میں تہتر گاؤں تھے جو اس کے تابع اور اس سے ملحق تھے یہ شہر نجران

بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے آباد کیا تھا جو اسی کے نام سے موسوم ہوا
حیات رسالتمآب صـ۵۰۵

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں
نَجْرَانُ بَلَدٌ كَبِيْرٌ عَلٰى سَبْعِ مَرَاحِلَ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمَنِ يَشْتَمِلُ عَلٰى ثَلٰثَةٍ وَّسَبْعِيْنَ قَرْيَةً مَسِيْرَةُ يَوْمٍ لِلرَّاكِبِ السَّرِيْعِ صـ۱۵۷ جلد ۹

ترجمہ نجران ایک بہت بڑا شہر تھا جو مکہ سے سات منزل دور یمن کیطرف واقع تھا یہ تہتر گاؤں پر مشتمل تھا جس میں ایک تیز رفتار سوار ایک دن میں سفر کر سکے، شارح قسطلانی نے بھی یہی مسافت لکھی ہے بَلَدٌ كَبِيْرٌ عَلٰى سَبْعِ مَرَاحِلَ مِنْ مَكَّةَ، ارشاد الساری لشرحِ صحیح البخاری القسطلانی صـ۴۳۶ جلد نمبر ۹

یہ بات تو خوب واضح ہوگئی کہ نجران مکہ سے سات منزل دور یمن کیطرف ایک بہت بڑا شہر تھا۔ تہتر گاؤں اِس سے ملحق تھے اِن کا نظم ونسق چلانے کیلئے حکمران بھی تھے اور علماء ومشائخ بھی، یہ مذہباً عیسائی تھے اِن کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکتوب گرامی لکھا تھا جس میں اِن کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی جسطرح اور شاہانِ عجم وروم وغیرہم کو دعوت نامے جاری فرمائے تھے یہ سن نو ہجری کے واقعات ہیں اِسی لیئے یہ سن عام الوفود کے نام سے مشہور ہے یہ لوگ اِس دعوت پر اسلام قبول کرنے کی بجائے مدینہ آئے تاکہ آپؐ سے علمی مباحثہ کریں اِن میں عاقب اور سیّد اور نجران کا لاٹ پادری ابوحارثہ بن علقمہ بھی تھا یہ وفد ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں چودہ مشہور آدمی تھے عصر کے وقت یہ مدینہ منورہ پہنچے کئی دن قیام کیا، مسجد نبوی میں اپنے طریقے پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اِن سے کئی اُمور پر بحث ہوئی جن میں سب سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی الوہیت پر تھی وہ ہر مسئلے میں شکست کھا گئے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا

یہ نو ہجری کے اواخر کا واقعہ ہے۔ طبری نے دس ہجری لکھا ہے اور کرمانی شرح بخاری

میں نجران کے بارے میں یوں لکھا ہے

نَجْرَانُ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالرَّاءِ بَلْدَةٌ معروفَةٌ مِنَ الْيَمَنِ عَلٰى سَبْعِ مَرَاحِلَ مِنْ مَكَّةَ كَانَتْ مَنْزِلًا لِلنَّصَارٰى بخاری کتاب بدء الخلق صـ ۱۹۶ جلد نمبر ۱۶ مطبوعہ مصر

ترجمہ: نجران فتح نون اور سکون جیم اور راء کے ساتھ ہے، ایک معروف شہر ہے جو یمن میں سے ہے مکہ سے سات منزل پر واقع ہے یہ انصار کی منزل ہوا کرتا تھا،

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے،

هُوَ بَلَدٌ كَبِيْرٌ عَلٰى سَبْعِ مَرَاحِلَ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمَنِ يَشْتَمِلُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ قَرْيَةً مَسِيْرَةَ يَوْمٍ لِلرَّاكِبِ السَّرِيْعِ وَكَانَ نَجْرَانُ مَنْزِلًا لِلنَّصَارٰى وَكَانَ اَهْلُهُ اَهْلُ الْكِتَابِ صـ ۳۳ - ۲۷ جلد نمبر ۱۸ از علامہ بدر الدین عینی

ترجمہ وہ ایک بہت بڑا شہر تھا مکہ سے سات منزل پر یمن کی طرف واقع تھا جو تہتر گاؤں پر مشتمل تھا جو تیز رفتار سوار کیلئے ایک دن کی مسافت پر تھے اور نجران نصاریٰ کا مرکز تھا وہ سب اہل کتاب تھے

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں وَذَكَرَ ابْنُ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى اَهْلِ نَجْرَانَ نَخَرَجَ اِلَيْهِ وَفْدُهُمْ اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَشْرَافِهِمْ فِيْهِمُ الْعَاقِبُ وَهُوَ عَبْدُ الْمَسِيْحِ رَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ وَاَبُو الْحَارِثِ بْنُ عَلْقَمَةَ رَجُلٌ مِنْ رَبِيْعَةَ وَاَخُوْهُ كرز وَالسَّيِّدُ وَاَوْسٌ اِبْنَا الْحَارِثِ وَزَيْدُ بْنُ قَيْسٍ وَشَيْبَةُ وَخُوَيْلِدٌ وَخَالِدٌ وَعَمْرٌو وَعَبْدُ اللّٰهِ وَفِيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَوَلَّوْنَ اُمُوْرَهُمُ الْعَاقِبُ اَمِيْرُهُمْ وَصَاحِبُ مَشْوَرَتِهِمْ وَالَّذِيْ يَصْدُرُوْنَ عَنْ رَأْيِهِ وَاَبُو الْحَارِثِ اَسْقُفُهُمْ وَحَبْرُهُمْ وَاِمَامُهُمْ وَصَاحِبُ مَدَارِسِهِمْ وَالسَّيِّدُ وَهُوَ صَاحِبُ رِحَالِهِمْ فَدَخَلُوا الْمَسْجِدَ

وَعَلَيْهِمْ ثِيَابُ الْحِبَرَةِ وَاَرْدِيَةٌ مَكْفُوْفَةٌ بِالْحَرِيْرِ فَقَامُوْا يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُمْ ثُمَّ اَتَوُا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ وَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ فَقَالَ لَهُمْ عُثْمَانُ ذَالِكَ مِنْ اَجْلِ زِيِّكُمْ فَانْصَرَفُوْا يَوْمَهُمْ ثُمَّ غَدَوْا عَلَيْهِ بِزِيِّ الرُّهْبَانِ فَسَلَّمُوْا فَرَدَّ عَلَيْهِمْ وَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَبَوْا وَكَثُرَ الْكَلَامُ وَاللِّجَاجُ وَتَلَا عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَنْكَرْتُمْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ فَهَلُمَّ بَاهِلْكُمْ فَانْصَرَفُوْا عَلٰى ذَالِكَ (صـ ۲۷ جلد نمبر ۱۸ مطبوعہ بیروت) عمدۃ القاری شرح بخاری

ترجمہ: ابن سعد نے (طبقات الکبریٰ میں) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو خط لکھا تھا جس پر انکا وفد آپکی خدمت میں آیا اور وہ چودہ آدمی ان کے بڑے بڑے سرداروں اور مشائخ میں سے تھے انہی میں عاقب تھا جس کا نام عبد المسیح تھا یہ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اور ابو الحارث بن علقمہ تھا جو قبیلہ ربیعہ سے تھا اور اُس کا بھائی کُرز اور سید اور اوس حارث کے دونوں بیٹے اور زید بن قیس اور شیبہ اور خویلد اور خالد اور عمرو و عبد اللہ تھے اور ان میں تین آدمی ان کے کام کے متولّی تھے، عاقب ان کا امیر اور مُشیر تھا جس کے مشورے سے وہ ہر کام کرتے تھے اور ابو الحارث مذہبی پیشوا، عالم، امام اور مدرس تھا اور سید اُنکے سفر کا انچارج تھا وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے انہوں نے شاہانہ لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ریشم سے منقش چادریں اوپر لے رکھی تھیں انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اُن کا رُخ مشرق (بیت المقدس) کی طرف تھا (صحابہ کرام رض نے روکنا چاہا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا پھر وہ (نماز سے فارغ ہو کر) حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ص نے پیٹھ پھیر دی

(اور انکے سلام کا جواب بھی نہ دیا) اور کوئی بات بھی نہ کی (ان کو پریشان دیکھ کر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا حضور علیہ السلام کا آپ لوگوں سے اعراض کرنا تمہارے اِس لباس اور کبر و فخر کے باعث تھا پھر وہ اس دن واپس لوٹ گئے (اور وہیں کسی اور جگہ قیام کیا) اور دوسرے روز صبح ہی آپ کے پاس آئے درانحالیکہ صوفیانہ لباس میں تھے اُنہوں نے آتے ہی سلام کیا تو حضور علیہ السّلام نے جواب دیا اور اُن کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کافی بحث مباحثہ ہوا،

آپ نے قرآن پڑھکر سنایا اور فرمایا اگر تم میری باتوں کا انکار کرتے ہو تو اپنے اہل و عیال کو لے آؤ میں تم سے مباہلہ کرونگا وہ اِس بات پر آمادہ ہی نہ ہوئے

علامہ قسطلانی مزید لکھتے ہیں قَالَ جَآءَ الْعَاقِبُ اَیْ مِنْ اَکَابِرِ نَصَارٰی نَجْرَانَ وَحُکَّامِھِمْ وَکَانَ السَّیِّدُ رَئِیْسُھُمْ وَالْعَاقِبُ صَاحِبُ مَشُوْرَتِھِمْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یُرِیْدُ اِنْ اَنْ یُلَاعِنَاہُ اَیْ یُبَاھِلَاہُ وَکَانَ مَعَھُمْ اَیْضاً اَبُوْالْحٰرِثِ بْنُ عَلْقَمَۃَ وَکَانَ اُسْقُفَھُمْ وَحِبْرُھُمْ وَصَاحِبَ مِدْرَاسِھِمْ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا ذَکَرَ ابْنُ سَعْدٍ دَعَاھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَتَلَا عَلَیْھِمُ الْقُرْآنَ فَامْتَنَعُوْا فَقَالَ اِنْ اَنْکَرْتُمْ مَا اَقُوْلُ فَھَلُمَّ اُبَاھِلُکُمْ قَالَ فَقَالَ اَحَدُھُمَا قِیْلَ ھُوَ السَّیِّدُ لِصَاحِبِہٖ وَقِیْلَ الْعَاقِبُ الَّذِیْ قَالَ لِلسَّیِّدِ لَاتَفْعَلْ ذَالِکَ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ کَانَ نَبِیّاً فَلَاعَنَّا لَانُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا ثُمَّ قَالَا بَعْدَ اِنِ انْصَرَفَا وَلَمْ یُسْلِمَا وَرَجَعَا وَقَالَا اِنَّا لَانُبَاھِلُکَ فَاحْکُمْ عَلَیْنَا بِمَا اَحْبَبْتَ وَنُصَالِحُکَ فَصَالَحَھُمْ عَلٰی اَلْفِ حُلَّۃٍ فِیْ رَجَبٍ وَاَلْفِ حُلَّۃٍ فِیْ صَفَرٍ وَمَعَ کُلِّ حُلَّۃٍ اُوْقِیَۃٌ

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ص[illegible] جلد نمبر ۶)

ترجمہ:- ابن سعد کہتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس عاقب یعنی اکابرِ نصاریٰ نجران اور انکے حاکم آئے اِن کا امیر سید اور مشیر عاقب تھا یہ دونوں مباہلہ کرنا چاہتے تھے اور انکے ہمراہ ابوالحارث بن علقمہ بھی تھا جو اُن کا سب سے بڑا پادری اور عالم اور مدرس تھا اور نبی علیہ السلام نے جیساکہ ابن سعد نے ذکر کیا ہے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن پڑھ کر سنایا لیکن انہوں نے نہ مانا تو آپ نے فرمایا جو میں کہتا ہوں اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو آؤ میں تم سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں تو اِن دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے مشورہ کیا (کہا گیا ہے کہ سید نے عاقب سے یا عاقب نے سید سے مشورہ کیا تھا) تو اس نے جواب دیا مباہلہ ہرگز نہ کرنا خدا کی قسم اگر یہ نبی ہیں اور ہم نے مباہلہ کر لیا تو نہ ہم فلاح پائینگے اور نہ ہمارے بعد آنے والے پھر وہ دونوں جب مباہلے کے ارادے سے پھر گئے اور اسلام بھی قبول نہ کیا اور واپس لوٹنے لگے تو کہا ہم آپ سے مباہلہ تو نہیں کرینگے لیکن آپ جو حکم بھی دیں ہمیں قبول ہے ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اُن سے صلح کر لی بشرطیکہ وہ ایک ہزار حلّہ یعنی کپڑوں کے جوڑے رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں ادا کرتے رہیں گے اور ہر حلّہ کے ساتھ ایک اوقیہ بھی،

حیات رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ہر حلّہ کی قیمت چالیس درہم لکھی ہے جو درست نہیں، اوقیہ چاندی کا ایک وزن مخصوص تھا، بعض کتابوں میں اُوْقِیَتُہٗ لکھا ہے مطلب یہ ہے کہ کپڑے نہ ہوں تو اُن کی قیمت دیدیجائے مگر صحیح وہی ہے جو اوپر مذکور ہے کپڑے مع اوقیہ اِن کے علاوہ کچھ اور شرائط بھی تھیں

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں رقم طراز ہیں فَانْطَلَقَ الْوَفْدُ حَتّٰی اِذَا

كَانُوا بِالْمَدِيْنَةِ وَضَعُوا ثِيَابَ السَّفَرِ عَنْهُمْ وَلَبِسُوا حِلَلاً لَهُمْ يَجُرُّونَهَا
مِنْ حِبَرَةٍ وَخَوَاتِمَ الذَّهَبِ ثُمَّ انْطَلَقُوا حَتّٰى أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ
فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ وَتَصَدَّوْا لِكَلَامِهِ نَهَاراً
طَوِيْلاً فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ وَعَلَيْهِمْ تِلْكَ الْحِلَلُ وَالْخَوَاتِيْمُ الذَّهَبُ فَانْطَلَقُوا
يَتَتَبَّعُوْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَكَانُوا يَعْرِفُوْنَهُمَا
فَوَجَدُوْهُمَا فِيْ نَاسٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فِيْ مَجْلِسٍ فَقَالُوْا يَا عُثْمَانُ
وَيَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، اِنَّ نَبِيَّكُمْ كَتَبَ اِلَيْنَا بِكِتَابٍ فَأَقْبَلْنَا مُجِيْبِيْنَ
لَهُ فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ سَلَامَنَا وَتَصَدَّيْنَا لِكَلَامِهِ ... صـ٥٤ ج ۵

ترجمہ: اہل نجران کا وفد چل پڑا یہاں تک کہ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے سفر کا لباس اتار کر ریشمی لباس پہنا جس کو اتراتے ہوئے اور گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے اور ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے نہ تو اُن کے سلام کا جواب دیا نہ اُن سے کوئی بات کی حالانکہ وہ دن کو بہت دیر تک آپ سے باتیں کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اِس دوران بھی اُنکا لباس وہی تھا اور سونے کی انگوٹھیاں بھی بدستور تھیں جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو حضرت عثمان رضی بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف کی تلاش میں نکلے کیونکہ وہ اِن دونوں حضرات کو جانتے پہچانتے تھے انہوں نے اِن دونوں کو مہاجرین و انصار کی ایک محفل میں دیکھ لیا اور واقعہ عرض کیا کہ آپ کے نبی نے ہمیں خط لکھا تھا جواب میں ہم اِن کے پاس آئے اور سلام کیا تو اُنہوں نے نہ تو سلام کا جواب دیا اور نہ کوئی بات

کی اور ہم اُن سے بات کرنے پر اصرار کرتے رہے

یہ وہی بیان ہے جو عمدۃ القاری سے نقل کر چکا ہوں، اِن حضرات نے ان سے کہا کہ تمہارے لباس سے آپؐ کو نفرت تھی اِس لیئے ایسا کیا پھر وہ لباس بدل کر آئے تو آپ نے سلام کا جواب بھی دیا اور گفتگو بھی فرمائی

طولِ وادی اور تخمینۂ آبادی

علامہ ابن کثیرؒ نے ایک بات کی وضاحت بھی فرمائی ہے وہ یہ کہ دوسرے مصنفین نے لکھا تھا نجران تہتر گاؤں پر مشتمل تھا اور پھر لکھا مَسِيْرَةُ يَوْمٍ لِلرَّاكِبِ السَّرِيْعِ ہیں نے اِس کا ترجمہ اِن گاؤں کی باہمی مسافت ایک دِن کا سفر لکھا تھا جو تیز رفتار سوار کر سکے علامہ نے اِس کی وضاحت فرما دی چنانچہ لکھتے ہیں،

طُوْلُ الْوَادِيْ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ لِلرَّاكِبِ السَّرِيْعِ فِيْهِ ثَلَاثٌ وَسَبْعُوْنَ قَرْيَةً وَعِشْرُوْنَ وَمِائَةُ أَلْفِ مُقَاتِلٍ (البدایہ والنہایہ صـ٥٣-٥٤ ج نمبر۵)

ت: اِس وادی کا طول ایک دن کا سفر تھا جو تیز رفتار سوار کر سکے اور اِس میں تہتر گاؤں تھے اور وہاں کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو مرد تھے عورتیں اور بچے اِس کے علاوہ تھے، کافی آبادی تھی،
یہ وضاحت اِس لیئے ضروری تھی کہ سب مراحل کی مسافت ایک دِن کا سفر اور لینے کا شبہ نہ ہو کیونکہ سات منزلیں ایک دن میں طے ہی نہیں ہو سکتیں تو مراد یہی طول آبادی تھا مکہ اور نجران کا فاصلہ،

علامہ ابن کثیر سیرۃ النبویہ میں بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے مباہلے سے صاف انکار کر دیا تھا قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَأَلْتَنَا سیرۃ النبویہ صـ١٠١ ج ۴ مطبوعہ قاہرہ

ترجمہ: دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا مباہلہ ہرگز نہ کرنا خدا کی قسم اگر یہ نبی ہیں تو ہم نے مباہلہ کرلیا تو نہ ہم فلاح پائیں گے اور نہ ہمارے بعد آنے والے دونوں نے کہا ہم آپ کو آپ کی مطلوبہ چیز دینے کو تیار ہیں آپ جو چاہیں ہم سے مانگلیں لیکن مباہلہ نہیں کرینگے،

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں | ۹ھ کے واقعات میں رقم طراز ہیں

وفیہا قدم وفد نجران النصاری فی سبعین رجلاً راکباً یقدمہم أمیرہم العاقب عبد المسیح من کندۃ واسقفہم ابو الحارثہ من بکر بن وائل والسید الایہم وجادلوا عن دینہم فنزل صدر سورۃ آل عمران وآیۃ المباہلہ فابوا منہا وفرقوا وسألوا الصلح وکتب لہم بہ علی الف حلۃ فی صفر الف فی رجب وعلی دروع ورماح وخیل وجمل ثلاثین کل صنف وطلبوا ان یبعث معہم والیاً یحکم بینہم فبعث معہم ابا عبیدۃ الجراح ثم جاء العاقب والسید واسلما (ابن خلدون ص۵۷ جلد ۲ طبع بیروت)

ترجمہ: ۹ھ میں نصاریٰ نجران کا وفد آیا جو ستر سوار تھے اِن کا امیر عاقب عبدالمسیح تھا جو قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا لاٹ پادری ابو الحارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل سے تھا اور سید جس کا لقب ایہم تھا انہوں نے اپنے دین کے بارے میں طویل بحث کی تو سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں آیت مباہلہ بھی تھی تو انہوں نے مباہلے سے صاف انکار کردیا اور منتفرق ہو گئے اور آپ سے صلح کی درخواست کردی آپ نے قبول کی اور صلح نامہ مع شرائط مذکورہ لکھدیا،

شرائط میں یہ چیزیں شامل تھیں ہر سال ایک ہزار حلے ماہ صفر میں اور

اور ایک ہزار رجب میں جن میں زرہیں اور نیزے اور گھوڑے اور اونٹ شامل تھے اور یہ کہ ان میں ہر صنف تیس تک ہوگی پھر انہوں نے ایک ایسا آدمی طلب کیا جو ان کے تنازعات کے فیصلے کرے تو آپ نے ابو عبیدہؓ بن جراح کو ان کے ساتھ روانہ کردیا (اُن کے چلے جانے کے بعد) عاقب اور سید دونوں مدینہ واپس آئے اور اسلام قبول کرلیا،

علامہ کی اس تصریح میں مباہلے کا ذکر نہیں اور نہ ہی حدیث کساء کا مفروضہ اس لیئے کہ وہ لوگ مباہلہ کے لیئے تیار ہی نہیں ہوئے،

اسیطرح جو روایت علامہ ابن کثیر نے محمد بن اسحٰق سے نقل کی ہے اُس میں بھی اس روایت کا کوئی نشان نہیں ملتا اور جو دوسری روایت نقل کی ہے اس میں اُن کے انکار کے باوجود لکھدی، یہ چونکہ مشہور عام تھی اس لیئے نقل کردی حالانکہ سوچنے کی بات تھی جب مخالف تیار ہی نہیں تو پھر مقابلے میں نکلنے کا کیا مطلب؟ یہ بحث البدایہ میں ص۵۶ جلد ۵ پر ہے

محمد عزہ دروزہ کی کتاب عصر النبیؐ سے شہادت،

چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں ولقد ذکر رواۃ والمفسرون فی صدد الوفد انہ کان یتألف من ستین شخصا فیہم اربعۃ عشر من الرؤساء منہم عبد المسیح الملقب بالعاقب والأیہم الملقب بالسیّد وابو حارثۃ بن علقمہ الملقب بالامام والأسقف والحبر انہم طلبوا من النبیؐ ان یرسل معہم من یحکم بینہم فی خلافات بینہم فارسل معہم ابا عبیدۃ الجراح وانہم ارسلوا وفدا آخر بعد فتح المکہ فاعطاہم النبی کتاب عہد وصلح علی ان یقدموا لہ

کل سنة الفی حُلّة الخ ص۵۸، جلد نمبر۱

ترجمہ :- البتہ راویوں اور مفسرین نے وفد نجران کے آنے کا حال لکھا ہے وہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں چودہ ان کے رئیس تھے ان میں سے عبدالمسیح جس کا لقب عاقب تھا اور ایہم جس کا لقب سید تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ جس کا لقب امام تھا اور انکے علاوہ اُسقف اور حبر بھی تھے، انہوں نے نبی علیہ السلام سے ایک ایسا آدمی طلب کیا جو ان کے خصومات میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو آپ نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ان کے ہمراہ بھیج دیا

اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے بعد دوبارہ مدینہ میں وفد بھیجا تو حضور علیہ السلام نے اسی مضمون کا صلح نامہ لکھ کر دیا، اس کتاب میں بھی مباہلے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ نہ وہ تیار ہوتے،

طبقات ابن سعد کا بیان

ابن سعد نے طبقات میں یہی لکھا ہے انہوں نے مزید یہ کیا کہ صلح نامہ کے گواہوں کے نام بھی دیتے ہیں، عبارت یہ ہے،

"عبدالمسیح نے کہا ہمیں یہ مناسب معلوم ہوا ہے کہ آپ سے مباہلہ نہ کریں آپ جو چاہیں حکم دیں ہم مان لینگے اور آپ سے صلح کر لینگے (ص۱۵۹/۱۹۶ حصہ دوم اُردو)

اب میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کا وہ تاریخی خط قارئین کرام کی خدمت میں پیش کروں جس پر یہ وفد مدینہ میں آیا تھا اور مناظرہ ہوا اور آیات آل عمران نازل ہوئیں جن میں آیت مباہلہ بھی تھی،

پس خط اور پھر مناظرہ اور آخر میں صلح نامہ لکھوں گا پھر آیت مباہلہ اور روایات،

کا سلسلہ شروع ہوگا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک اہل نجران کے نام

باسم الہ ابراھیم واسحق ویعقوب امابعد فانی ادعوکم الی عبادة الله من عبادة العباد وادعوکم الی ولایة الله من ولایة العباد فان ابیتم فالجزیة فان ابیتم فقد اذنتکم بحرب والسلام

اصح السیر فی ہدی خیر البشر ص۴۶۹-۴۷۰

از ابوالبرکات عبدالرؤف قادری داناپوری

ترجمہ :- ابراہیم واسحٰق اور یعقوب کے معبود کے نام سے شروع کرتا ہوں اس کے بعد میں تم کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی بندگی کی طرف بلاتا ہوں اور بندوں کی ولایت سے اللہ کی ولایت کی دعوت دیتا ہوں (یعنی حکمران صرف وہی ہے) پھر اگر تم کو اس سے انکار ہو تو جزیہ دو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے، والسلام

اس خط میں کئی چیزیں قابل ذکر رہ گئی ہیں لیکن جو خط علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں درج کیا ہے وہ اس سے مفصل ہے اور وہ کمی بھی پوری کر دی ہے وہ کمی یہ ہے یہ خط کس کے نام ہے اور کس نے لکھا ہے، حضور علیہ السلام کے ہر خط پر، یہ سرفہرست ہوتا تھا وہ اس خط میں نہیں تھا، علامہ نے تحریر کر دیا ہے خط ملاحظہ ہو

البدایہ والنہایہ کی عبارت قال یونس وکان نصرانیاً فاسلم ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم کتب الی نجران قبل ان ینزل علیہ طس سلیمان[1] باسم الہ ابراھیم

[1] یرید السورة التی فیھا الآیة الکریمة انه من سلیمان وانه باسم الله الرحمن الرحیم سورة النمل مراد ہے۔ حاشیہ البدایہ والنہایہ

واسحق ویعقوب ۔ من محمد النبي رسول الله ۔ الیٰ اسقف نجران
فانی احمد الیکم الٰہ ابراهیم واسحٰق ویعقوب، امّا بعد فانّی
ادعوکم الیٰ عبادة الله من عبادة العباد وادعوکم الیٰ ولایة
الله من ولایة العباد فان ابیتم فالجزیة فان ابیتم آذنتکم بحرب
والسّلام (البدایہ والنہایہ ص۵۳ جلد ۵)

ترجمہ: یونس جو کہ نصرانی تھا مسلمان ہوجانے کے بعد اس نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو سورۃ النمل کے نازل ہونے سے پہلے یہ خط لکھا تھا، ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے معبود کے نام سے شروع کرتا ہوں یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے نجران کے سردار کے نام ۔ میں تمہارے سامنے ابراہیم واسحٰق و یعقوب کے معبود کی حمد کرتا ہوں از اں بعد تمہیں بندوں کی غلامی سے نجات دلاکر اللہ تعالیٰ کی غلامی اور عبدیت کی طرف بلاتا ہوں اور نیز بندوں کی حکمرانی سے چھڑاکر حکومت الٰہیہ کی طرف دعوت دیتا ہوں ہاں اگر تم کو یہ قبول نہ ہو تو جزیہ دو اور یہ بھی تسلیم نہ ہو تو میں تمہیں اعلان جنگ کرتا ہوں
والسلام ؛

خط کے مضمون سے فراغت کے بعد وہ مناظرہ لکھتا ہوں جو عیسائی پادریوں نے حضور علیہ السلام سے کیا اور شکست کھائی ۔

حضور علیہ السلام کا نجران کے پادریوں سے مناظرہ

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہل کتاب حضور علیہ السلام کی نبوت کو خوب جانتے تھے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے الّذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما

یعرفون ابناءھم الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون ۔ الانعام آیت نمبر ۲۰ ع ۲/۸

ترجمہ: اہل کتاب آپ کی نبوت کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ہی ڈالا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ؛

یہ مضمون کئی جگہ آیا ہے ، بحث صرف اِس امر میں تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں یا نہیں ؟ عیسائی خدائی کے قائل تھے اور حضور علیہ السلام اسکی تردید کرتے تھے چنانچہ یہ مناظرہ اِن دلائل کی روشنی میں ہوا ؛

دوسرا مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت پر تھا بس تمام دلائل ان دو مسائل پر طرفین نے پیش کیے تفصیل ملاحظہ ہو

نصاریٰ نجران اگر حضرت مسیح ابن اللہ (یعنی اللہ کے بیٹے) نہیں تو ان کا باپ کون ہے ؟

حضور علیہ السلام: تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے

نصاریٰ نجران بے شک ایسا ہوتا ہے

اِس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر عیسیٰ ؑ خدا کے بیٹے ہیں تو خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے چون وچگون ہے

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارا پروردگار حیّ لایموت ہے یعنی زندہ ہے اور کبھی اس پر موت نہیں آسکتی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے :

نصاریٰ نجران بے شک صحیح ہے

آنحضرت صلعم : تم کو معلوم ہے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم رکھنے والا ، تمام عالم کا محافظ ونگہبان اور سب کا رزاق ہے کیا عیسیٰ ؑ بھی ان چیزوں میں سے کسی کے مالک ہیں ،

نصارٰی نجران : نہیں

آنحضرت صلعم : تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں کیا عیسیٰ ع کو اس سے کچھ زائد معلوم ہے جو خدا تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا ہو۔

نصارٰی نجران :- نہیں

آنحضرت صلعم تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ ع کو رحم مادر میں جسطرح چاہا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اسے بول و براز کی حاجت ہوتی ہے

نصارٰی نجران :- بے شک

آنحضرت صلعم :- تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مریم اور عورتوں کی طرح حضرت عیسیٰ سے حاملہ ہوئیں (یعنی وہ شکم مادر میں آئے) اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنتی ہیں اور پھر بچوں کیطرح حضرت عیسیٰ کو غذا بھی دی گئی وہ کھاتے پیتے اور بول و براز کرتے تھے

نصارٰی نجران :- بے شک ایسا ہی ہے

آنحضرت صلعم :- پھر خدا کیسے ہوئے ؟

نصارٰی نجران پر حق واضح ہو گیا مگر عیان بوجھ کر اتباع حق سے انکار کیا، اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں آل عمران آیت نمبر ۱ تا ۹ اور ۵۹ تا ۶۱ (حیات رسالتمآب راجہ محمد شریف)

جب نصارٰی دلائل سے عاجز آگئے اور جواب نہ دے سکے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اس پر مباہلہ کا حکم نازل ہوا، ان لوگوں نے کہا ہم اپنے علماء اور مشائخ سے مشورہ کر کے بتاتے ہیں جب مشورہ کیا تو مشیروں نے کہا

یہ سچے نبی اور رسول ہیں تورات اور انجیل کی بشارت کے مطابق ہیں تم ہرگز مباہلہ نہ کرنا ورنہ عیسائی دنیا سے نابود ہو جائیں گے، کسی نبی سے جب بھی کسی قوم نے مباہلہ کیا تو ہلاک ہو گئی لہذا تم ان سے صلح کر لو۔

علامہ رازی تفسیر میں لکھتے ہیں،

روایت نمبر(۱) روی انه علیه السلام لما اورد الدلائل علی نصاری نجران ثم انهم اصروا علی جهلهم فقال علیه السلام (ان الله امرنی ان لم تقبلوا الحجة ان اباهلکم) فقالوا یا ابا القاسم بل نرجع فننظر فی امرنا ثم نأتیک فلما رجعوا قالوا للعاقب وکان ذا رأیهم یا عبد المسیح ما ترٰی فقال والله لقد عرفتم یا معشر النصاری ان محمداً نبی مرسل ولقد جاءکم بالکلام الحق فی امر صاحبکم والله ما باهل قوم نبیاً قط فعاش کبیرهم ولا نبت صغیرهم ولئن فعلتم لکان الاستئصال فان ابیتم الا الاصرار علی دینکم والاقامة علی ما انتم علیه فوادعوا الرجل وانصرفوا الی بلادکم

روایت نمبر(۲) انه قد نقل عن اولئک النصاری انهم قالوا انه والله هو النبی المبشر به فی التوراة والانجیل وانکم لو باهلتموه لحصل الاستئصال فکان ذالک تصریحاً منهم بان الامتناع عن المباهلة کان لاجل علمهم بانه نبی مرسل من عند الله تعالیٰ تفسیر کبیر ص ۸۸ پ ۳

بہ :- روایت ہے جب حضور علیہ السلام نے نصاری نجران پر دلائل مکمل طور پر پیش کر دیئے تو وہ ماننے کی بجائے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے مسلک پر اڑے رہے تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا اگر تم اتمام حجت کے بعد بھی نہیں مانتے ہو تو آؤ مباہلہ کریں اللہ تعالیٰ نے مجھے مباہلے

کا حکم دیا ہے انہوں نے جواب میں کہا اے ابا القاسم ہمیں مہلت دیجیئے تاکہ ہم غور کریں اور سوچیں پھر آپکو جواب دینگے (حضور ع نے مہلت دے دی) انہوں نے واپس آتے ہی اپنے سردار عاقب سے کہا جو ان کا مشیر تھا۔ اے عبدالمسیح تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم اے نصاریٰ تم بلاشبہ محمدؐ کی نبوت اور رسالت کو جان چکے ہو وہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کلام فیصل لائے ہیں (جس سے کوئی شبہ اور ابہام باقی نہیں رہا) خدا کی قسم کسی قوم نے جب بھی کسی نبی سے مباہلہ کیا تو انکا کوئی آدمی نہیں بچ سکا نہ بڑا زندہ رہا اور نہ چھوٹا کوئی پیدا ہوا (تمام کا صفایا ہوگیا) اگر تم نے ایسا کیا تو استیصال لازمی ہے اور اگر تم اپنے دین پر مصر اور قائم رہتے ہوئے انکار کرتے ہو تو اس کو چھوڑ دو (یعنی مباہلہ نہ کرو) اور اپنے اپنے شہروں کو لوٹ جاؤ

نمبر(۲) انہی نصاریٰ سے یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے کہا بلاشبہ وہ نبی ہیں جن کی بشارت توراۃ اور انجیل میں موجود ہے اور اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا (تو یاد رکھو) تمہاری جڑ کٹ جائیگی

یہ واقعہ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ وہ صرف اسی علم کی وجہ سے (کہ یہ اللہ کی طرف سے نبی ہیں) مباہلہ کرنے سے باز رہے۔

ان تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ وہ سرے سے مباہلہ ہی کے لیئے تیار نہیں ہوئے پھر جب مدمقابل ہی تیار نہ ہو تو حضور علیہ السلام کو کیا پڑی تھی کہ گھر والوں کو یا حضرت علی رض، حضرت فاطمہ رض اور حضرات حسنین رض کو مقابلے میں لے آتے، اس روایت کے ماننے سے کئی خرابیاں لازم آتی ہیں

خرابی نمبر(۱) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ السلام جو سراپا رحمت تھے لعنت بھیجنے کے

لیئے کتنے بیقرار نظر آتے ہیں کہ مخالف تیار ہی نہیں تو بھی یہ لعنت کرنے پر تل گئے اور افراد مذکورین کو بھی لے آئے۔

خرابی نمبر(۲) یہ کہ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ مخالف تو مقابلے کے لیئے تیار نہیں۔ اپنی شکست تسلیم کرکے صلح کرنے پر تیار ہیں اور شرائط بھی ان کی مرضی کی قبول کرتے ہیں تو پھر بھی حضورؐ مقابلے پر آگئے یہ بعید از قیاس اور حضورؐ کی شفقت اور رحم دلی کے خلاف ہے۔ آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی

خرابی نمبر(۳) آپ کا یہ اقدام آپ کے خط کے مضمون کے خلاف ہو جاتا ہے جس میں فرمایا تھا اسلام قبول نہ کرو تو جزیہ دو اور جزیہ بھی نہ دو تو میں تم سے جنگ کرونگا،

اب جب وہ جزیہ دینے پر راضی ہیں تو پھر مباہلہ کرنا آپ کی تحریر کے خلاف ہے جو عہد شکنی کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ حضورؐ کی عظمت اور شانِ عدل و انصاف کے بھی خلاف ہے، یہ بحث آئندہ اپنے مقام پر مفصل آئیگی"

علامہ بیضاوی کی تحقیق

وہ لکھتے ہیں روی انّہم لمّا دعوا الی المباھلۃ قالوا حتّی ننظر فلمّا تخالوا قالوا للعاقب وکان ذا رأیہم ماتری فقال واللہ لقد عرفتم نبوتہ ولقد جاءکم بالفصل فی امر صاحبکم واللہ ما باھل قوم نبیاً الّا ھلکوا فان ابیتم الا الف دینکم فوادعوا الرجل وانصرفوا (تفسیر بیضاوی ص۲۴۲ ج(۱)

ترجمہ:۔ روایت ہے جب ان کو مباہلے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے مہلت مانگی۔ جب وہ الگ ہوئے تو عاقب سے مشورہ کیا تو اس نے جواب دیا خدا کی قسم تم اس کی نبوت کو خوب جانتے ہو وہ بلاشبہ تمہارے پاس ایسے دلائل لائے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قول فیصل

ہیں خدا کی قسم کسی قوم نے جب کسی نبی سے مباہلہ کیا تو وہ ہلاک ہوگئی
اگر تم اپنے دین کی محبت کی وجہ سے انکار کرتے ہو (یعنی اسلام قبول
نہیں کرتے) تو اس آدمی کو چھوڑ دو اور واپس لوٹ جاؤ،
اس عبارت میں بھی ذرا سا ابہام نہیں مطلب بالکل واضح ہے، جلالین نے
بھی یہی لکھا ہے:

جلالین کی رائے

فقالوا حتّٰی ننظر فی امرنا ثم نأتیك فقال ذو رأیہم
لقد عرفتم نبوتہ وَانہ ما باھل قوم نبیاً الّا ھلکوا

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جو بیضاوی کی عبارت کا ہے۔
یہ رائے اور انکا مباہلے سے انکار تمام تفاسیر میں لکھا ہے شاید ہی کوئی
تفسیر ایسی ہو جس میں یہ نہ ہو مگر تعجب اس بات پہ ہے جب وہ لوگ مباہلے پر تیار ہی نہ
تھے پھر حضور علیہ السلام ان چار آدمیوں کو لیکر میدان میں کیسے آگئے۔ نجران کا مدینہ سے
فاصلہ بھی کوئی کم نہ تھا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو لیکر آئے ہوں اور نہ وہ گھر سے ان کو ساتھ
لائے تھے اور لاتے بھی کیسے جب ان کا یہ خیال ہی نہ تھا۔ پھر سات منزلیں فاصلہ
کم از کم ۱۶۰ میل بنتا ہے یہ فاصلہ مکہ تک ہے مدینہ تو اور بھی زیادہ ہوگا،
جو نقشہ ہے اس میں یہی صورت بنتی ہے بہرحال سات منزلیں ہی مان لی جائیں تو بھی
یہ فاصلہ بہت زیادہ ہے،
"وہ سواریوں پر آئے تھے پیدل نہ تھے"، ابن خلدون نے صاف لکھا ہے سبعین رجلاً
راکباً، اور ابو حارثہ کے خچر کا بدکنا اور اس کے چچازاد بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ نکلے جس پر ابو حارثہ برہم ہوگیا اور
کرز سے کہا تو ہی کم بخت ہے خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت
توریت اور انجیل میں دیگئی ہے کرز نے کہا تو پھر تم ایمان کیوں نہیں لے آتے، ابو حارثہ

نے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہوں نے جو کچھ مال و دولت
دے رکھا ہے وہ ایمان لانے کی صورت میں سب کچھ واپس لے لینگے، کرز نے کہا
خدا کی قسم میں تو اپنی سواری کو مدینہ ہی جاکر کھولونگا اور پھر نہایت ذوق و شوق
کے ساتھ مدینہ پہنچ کر مسلمان ہوا اور وہیں رہ پڑا، ان کے چند روز بعد سید ایہم اور
عبد المسیح عاقب بھی مدینہ پہنچے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے (حیات رسالتمآب صـ ۱۲۵)
اس طویل مضمون سے انکا سواری پر آنا اور جانا ثابت ہوتا ہے اور عاقب اور
سید کا ایمان لانا تو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن سعد کے حوالے سے لکھا
ہے، وذکر ابن سعد ان السید والعاقب رجعا بعد ذالك فاسلما، فتح الباری
صـ ۱۵۷ جلد نمبر ۹
انکی سواری کا ذکر اس لیئے کیا ہے تاکہ ان کی مسافت کا بُعد معلوم اور واضح ہو
جائے اس لیئے اتنا طول دیا ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،
اب میں معاہدہ اور اس کی شرائط بیان کرتا ہوں، قارئین یہ جاننے کیلیئے
بے قرار ہونگے، ملاحظہ ہو:

حضور علیہ السلام کا اہل نجران سے معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ھذا ماکتب محمد النبی الامیّ
رسول اللہ لنجران ان کان علیھم حکمہ فی کل ثمرۃ وکل صفرآء وبیضاء
ورقیق فافضل علیھم وترك ذالك کلہ علیٰ الفی حلۃ فی کل رجب الف
حلۃ وفی صفر الف حلۃ و ذکر تمام الشروط الیٰ ان استشھد ابو سفیان
بن حرب وغیلان بن عمرو ومالك بن عوف من بنی نصر والاقرع
بن حابس الحنظلی والمغیرہ (ابن شعبہ) (البدایہ والنہایہ صـ ۵۵ جلد ۵)
ترجمہ: یہ وہ معاہدہ ہے جو نبی اُمّی محمد رسول اللہؐ نے اہل نجران کیلئے لکھا ہے

اگرچہ حق تو یہ تھا کہ ان پر تمام پھلوں اور سونے چاندی اور غلاموں کے
ادا کرنے کا حکم بھی معاً لگا دیا جاتا مگر میں یہ سب چیزیں بطور احسان
اِن کو چھوڑتا ہوں صرف وہ اِس قدر ادا کریں کہ ہر رجب میں ایک
ہزار حُلّے (یعنی کپڑوں کے جوڑے) اور ایک ہزار ماہِ صفر میں ہر سال
اَدا کرتے رہیں اور تمام شرائط کا ذکر بھی فرمایا، یہانتک کہ گواہوں
کے دستخط بھی کرائے وہ ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو
اور مالک بن عوف بنی نصر سے اور اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ
بن شعبہ ہیں رض

علّامہ فخر الدین رازیؒ کی تحقیق

ان نؤدی الیك فی کل عامٍ الفی حلّة الفاً فی صفرٍ والفاً فی رجب وثلاثین درعاً عادیةً من حدید تفسیر کبیر ص ۸۵

یہ کہ ہم آپ کو دو ہزار حلے ہر سال ادا کرینگے ایک ہزار ماہ صفر میں
اور ایک ہزار رجب میں اور تیس لوہے کی بہت عمدہ زرہیں
دینگے،

علّامہ قسطلانی کا بیان

فصالحهم علی الف حلة فی رجب والف حلة فی صفرٍ
اِس کے علاوہ علامہ نے کچھ اوقیہ وزن لکھا ہے اسکی تفصیل
نہیں دی،

روایات میں ماہ صفر کے تقدم و تاخر میں اختلاف کی وجوہات

امام رازی وغیرہ ماہ صفر کو اوّل اور رجب کو بعد میں ذکر کرتے ہیں، کچھ دوسرے
مصنفین رجب پہلے اور صفر کو بعد میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ گزرا، میرے نزدیک امام رازی
وغیرہ کی رائے ہی درست ہے،

ابن خلدون بھی ماہ صفر کو اول اور رجب کو بعد لکھتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ ۹ ہجری کے آخر
میں پیش آیا ذوالحجہ ۹ یا ذیقعدہ میں اور جو رجب اول اور صفر بعد میں بیان کرتے ہیں
ان کے نزدیک یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۹ ہجری میں پیش آیا اور میری رائے میں
امام رازی وغیرہ کی تائید ان وجوہات سے ہوتی ہے۔

اول یہ کہ مخالفین نے یہ کوشش کی ہے کہ اِس واقعہ کو زیادہ سے زیادہ پیچھے
لے جایا جائے تاکہ حضور علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کی وفات ثابت ہو
جائے تاکہ اَبنآءنا میں ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر حضرات حسنینؓ کو ابناء میں شمار
کر دیا جائے، تفصیلی بحث آگے آئیگی۔

دوسری وجہ طبری کا اس واقعہ کو دس ہجری میں بیان کرنا ہے اگر چھ سات
ماہ کا فرق ہوتا تو یہ مغالطہ نہ لگتا یہ اسی وجہ سے ہوا کہ ذوالحجہ ۹ ہجری میں یہ وفد آیا
اور طبری نے محرم دس ھ کو خیال کر کے لکھ دیا، اور محرم میں اس لیئے لکھ رہا ہوں
کہ پہلی قسط صفر میں طے ہوئی تھی، اِس سے صاف ظاہر ہے کہ محرم دس ہجری اسی
قرب کی وجہ سے ہوا، اور طبری پر حیرت ہے اُس نے اِس عظیم ترین واقعہ کو دو سطروں
میں لکھ دیا اور سراسر اجمال سے کام لیا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روایت
کسا اس وقت تک منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی تھی ورنہ یہ بھی خوب حاشیے
چڑھاتا، جو ان حضرات کی منقبت میں وضعی روایات لانے سے گریز نہیں کرتا وہ
اگر یہ واقعہ سچا ہوتا تو نظر انداز کرتا ؟ ہرگز نہ کرتا، ملاحظہ ہو!

قال (الواقدی) وفیها قدم وفد العاقب والسید من نجران فکتب لهما
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصلح، طبری واقعات سن دس ہجری ص ۱۶۳ ج ۱

واقدی نے بیان کیا ہے کہ سن دس ہجری میں عاقب اور سید کا وفد نجران
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کے لئے صلحنامہ

لکھ دیا، اس نے کوئی تفصیل نہیں دی۔ یہ اسکی بد دیانتی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے مطلب کی بات نہ تھی اجمالاً بیان کر کے نکل گیا،

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں طبری کو رافضی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو،

محمد بن جریر بن رستم الطبری رافضی له توالیف منها کتاب الرواة عن اهل البیت ص۴۹۹ ج۳

محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی تھا اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں ایک اہل بیت کے فضائل کی روایات کے راویوں کے بارے میں ہے،

اس کی وضعی روایات سے اس کا رافضی ہونا کوئی چھپی ہوئی بات نہیں اہل علم پر ظاہر ہے،

اب میں صلحنامے کی شرائط لکھتا ہوں جو دونوں فریق نے تسلیم کی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہل نجران پر عائد کردہ شرائط

اول اہل نجران کو سالانہ دو ہزار حلّے ادا کرنے ہونگے ایک ہزار ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں، دوم اہل نجران پر آپ کے قاصد کی ایک ماہ تک مہمانی لازمی ہوگی، سوم یمن میں اگر کوئی شورش یا فتنہ بپا ہو جائے تو اہل نجران پر لازم ہوگا کہ وہ تیس ۳۰ زرہیں تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ عاریتاً دینگے جو بعد میں واپس دے دیئے جائینگے۔ کسی چیز کے گم یا ضائع ہو جانے کی قیمت ہمارے ذمے ہوگی، چہارم؛ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اہل نجران کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، ان کے اموال و املاک۔ زمین۔ جائیداد اور ان کے حقوق ان کا مذہب و ملت ان کے قسیس و راہب اور ان کے خاندان اور ان کے متبعین میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا مطالبہ ان سے نہ ہوگا اور ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل نہیں ہوگا،

پنجم؛ جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا،

ششم؛ جو شخص سود کھائے گا اس کی ذمہ داری رسول خدا پر نہ ہوگی،

ہفتم؛ اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کریگا تو اس کے بدلہ میں دوسرا شخص ماخوذ نہ ہوگا

یہ اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ جب تک اہل نجران اس پر قائم رہیں

حیات رسالتمآب ص۵۱۰ تا ۵۱۱

یہ وہ تاریخی عہد نامہ تھا جو باقاعدہ تحریر کیا گیا اور اہل نجران کو دیا۔ انہوں نے درخواست کی کہ کوئی امین آدمی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے جو مال صلح لیکر واپس آجائے، آپ نے ابوعبیدہ رضؓ بن جراح کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا یہ امت کا امین ہے، امین هذه الامة، اب میں چاہتا ہوں نصاریٰ نجران نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ بھی لکھ دُں

نصاریٰ نجران کی طرف سے شرائط

چنانچہ امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

ثم قالوا يا ابا القاسم رأينا ان لا نباهلك وان نقر على دينك فقال صلوات الله عليه فاذ ابيتم المباهلة فاسلموا يكن لكم ما للمسلمين و عليكم ما على المسلمين فابوا۔ فقال فانی اناجزكم القتال۔ فقالوا ما لنا بحرب العرب طاقة ولكن نصالحك على ان تغزونا ولا تردنا عن ديننا فصالحهم تفسیر ابن کبیر ص۸۵

پھر انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم ہم نے مشورہ کیا ہے ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے اور نہ آپ کے دین کا اقرار کریں گے اس پر آپ صلوات اللہ علیہ نے فرمایا جب تم مباہلہ کا انکار کرتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ تمہیں وہی مراعات ملینگی جو دوسرے مسلمانوں کو ملینگی اور تم پر وہی ذمہ داری عائد ہوگی جو اور مسلمانوں پر ہوگی انہوں نے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا میں تم سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں پورے عرب سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں البتہ ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں بایں طور

کہ نہ آپ ہم سے جنگ کریں اور نہ ہم کو ہمارے دین سے پھیرنے کی کوشش کریں ہم آپ نے مصالحت کر لی،

اس بیان سے ظاہر ہوا انکی صرف دو ہی خواہشیں تھیں (۱) ہم سے جنگ نہ کی جائے (۲) اور ہم کو اپنے دین سے نہ پھیرا جائے۔ یہ قبول کر لی گئیں۔

اب میں گواہوں کے نام لکھتا ہوں۔

صلحنامے کے گواہوں کے اسمائے گرامی

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے واشہد علیٰ ذالك شهوداً منهم ابوسفیان والاقرع بن حابس والمغیرۃ ابن شعبة صفحہ ۲۸ ج ۱۸ اور اس صلحنامہ پر ابوسفیانؓ اور اقرعؓ بن حابس اور مغیرہؓ بن شعبہ کو گواہ بنایا،

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں پانچ نام لکھے ہیں اشهد ابوسفیان بن حرب وغیلان بن عمرو ومالك بن عوف من بنی نصر والاقرع بن حابس الحنظلی والمغیرہ صفحہ ۵۵ ج ۵ اس روایت میں غیلان بن عمرو اور مالک بن عوف کے نام بھی ہیں۔ گویا یہ پانچ حضرات گواہ بنائے گئے اور ان کے دستخط کرائے ان میں حضرت ابوسفیانؓ سرفہرست ہیں ان کو نجران کا حاکم بھی بنایا گیا تھا یہ بعد کے واقعات ہیں

حُلّہ کی لغوی تشریح

اب یہ بتانا چاہتا ہوں حُلّہ کیا چیز ہے جس کا بار بار ذکر آیا ہے، حلہ لغت میں شال اور دوہری چادر۔ استر دار کپڑا۔ ازار اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں اس کی جمع حُلَل اور حِلال ہے، بیان اللسان۔ فیروز اللغات یہ دو کپڑوں قمیص اور ازار کو بھی کہتے ہیں۔ اس وقت چادر باندھنے کا رواج تھا شلوار نہ تھی، یہاں وہ چادریں مراد ہیں جو بہت عمدہ قسم کی بنی ہوئی تھیں اور کپڑوں کا جوڑا مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہے۔

آیت مُباھلہ کا شانِ نزول

میں نے شروع میں اس کا وعدہ کیا تھا۔ آیت مباہلہ اور ماقبل آیات کے نزول کی وجوہات شرح وبسط کے ساتھ لکھی جا چکی ہیں۔ جب مخالف کسی طرح بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن اعلان جو مباہلہ کی صورت میں تھا اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا۔ شروع آل عمران سے ہی نصاریٰ کے عقائد کی تردید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے غلط عقائد کا ابطال کیا اور آخری چیلنج مباہلہ کا تھا جس سے وہ گھبرا گئے اور انجام کار کو بھانپ گئے اپنی اور قوم کی ہلاکت نظر آنے لگی تو مصالحت کر لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جو آپ مانگیں گے ہم جزیہ دینگے۔

اب میں وہ آیت مبارکہ لکھتا ہوں جس کی تفسیر مقصود ہے اور کتاب کا نام بھی اسی مناسبت سے تجویز کیا ہے وہ آیت یہ ہے

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ آل عمران آیت نمبر ۶۱

پھر اگر یہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے میں تجھ سے جھگڑا کریں اور آپ کو حقیقت معلوم ہو چکی ہے تو ان سے کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا والتجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں،

ترجمہ سے فارغ ہونے کے بعد چاہتا ہوں لفظ مباہلہ کی تشریح کروں اور پھر آیت پر علمی استدلال سے بحث کروں اس کے بعد راز سربستہ سے پردہ اٹھاؤں

لفظ مُباہلہ کی تشریح

علامہ بیضاوی رقم طراز ہیں (ثم نبتهل) ای نتباهل بان نلعن الكاذب منا والبهلة بالضم والفتح اللعنة واصله الترك - من قولهم

ابهلت الناقة اذا ترکها بلا صرار تفسیر بیضاوی ص۱۴۲ ج ۱

یعنی ہم دعا کریں کہ ہم سے جھوٹے پر لعنت ہو ،

• اور بہلہ پیش اور زبر دونوں کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی لعنت کے ہیں

اور اس کی اصل حقیقت کسی چیز کو چھوڑ دینا ہے جیسے عرب کہا کرتے ہیں ابہلت

الناقة یہ اس وقت کہتے ہیں جب بغیر رسی کے اسکو کھلا چھوڑ دیتے ہیں ،

شیخ الاسلام علامہ فخر الدین رازی مباہلہ کی تشریح یوں فرماتے ہیں

مباهله . ان الابتهال هو الاجتهاد فی الدعاء وان لم یکن باللعن ..... والثا

انه ماخوذ من قولهم علیه بهلة الله ای لعنته واصله ماخوذ مما یرج

الی معنی اللعن لان معنی اللعن هو الابعاد والطرد وبهلة الله ای لعنه والبعد

من رحمته (ثم نبتهل) ای ثم نجتهد فی الدعاء ونجعل اللعنة علی الکاذب وع

قول الثانی یصیر التقدیر ثم نبتهل ای ثم نلتعن (تفسیر کبیر ص۸۷)

ابتہال کا مفہوم دعا میں مبالغہ کرنا ہے اگرچہ وہ لعنت نہ بھی ہو

اور دوسرا قول یہ ہے جو عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے علیہ بہلة الل

س پر اللہ کی لعنت ہو اور اس کی اصل اس معنی سے ماخوذ ہے جو لعنت ک

طرف راجع ہے کیونکہ لعنت کے معنی دوری اور دھکیل دینا ہیں اور بہلہ اللہ

کے معنی اللہ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری اور بعد کے ہیں۔ ثم نبتہل

یعنی ہم دعا میں تضرع کریں اور جھوٹے پر خدا کی لعنت بھیجیں ، اس دوسر

قول کے مطابق تقدیر کلام یوں ہوگی ثم نبتہل ای ثم نلتعن ، حاصل یہ نکلا مبا

تضرع اور گریہ وزاری سے دعا کرنا ہے۔ کسی امر متنازع فیہ میں فریقین کا

یہ کہنا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

مباہلہ امر قطعی الیقین کے سوا جائز نہیں

ایسا امر متنازع جس پر جزم کے

ساتھ کہہ سکیں کہ ہم حق پر ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اس یقین کے ساتھ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ الٰہ نہیں وہ اللہ کے بندے ہیں اور نہ ہی وہ اس کے بیٹے ہیں ، اس قطعی یقین کی بنا پر مباہلہ کا چیلنج کیا ۔ اور عیسائیوں کا فرار ظاہر کرتا ہے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے دعویٰ کے مطابق یقین نہ تھا بلکہ ظن اور تخمین کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا اس لئے اپنے جھوٹے اور غلط عقیدے پر ہونے کا اعتراف کرلیا ،

اب بھی یہ صورت پیش ہو تو مباہلہ جائز ہے جس طرح قادیانی سے علماء نے کہا تھا ۔ کہ ان حضرات کو قطعی یقین تھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت ختم ہوگئی ہے اور آپ کے بعد دعوئ نبوت کرنے والا کافر ہے ۔ یہی عقیدہ پوری امت کا ہے ایک فرد کا بھی اس میں اختلاف نہیں ۔ اس لئے اس پر مباہلہ کیا جاسکتا ہے ، فروعی اور ظنی امور میں جائز نہیں اس لئے کہ ان میں احتمال خطا و صواب دونوں جانب مساوی ہوتا ہے ،

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے اہل کتاب حضور علیہ السلام کی نبوت کو خوب جانتے تھے ۔ اس لئے مباہلہ سے گریز کیا ،

لفظ مباہلہ کی تشریح اور احکام کے بعد اب آیت کی تفسیر اور اس کے اہم نکات پیش خدمت ہیں

آیت کی تفسیر اور اہم نکات

آیت کریمہ میں دعوت مباہلہ کا آغاز نَدْعُ ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم سے ہوا یہاں کئی امور غور طلب ہیں اول یہ کہ خود دعوت دینے والے آخر میں ذکر کئے اور ان کے بیٹے اور عورتیں مقدم رکھیں اس کی وجہ کیا ہے ؟

اس راز سے علامہ بیضاوی پردہ اٹھاتے ہیں

وانما قدمهم علی النفس لان الرجل یخاطر بنفسه لهم ویحارب دونهم

بیضاوی ص۱۴۱ ج ۱

ان کو اپنی ذات پر اس لئے مقدم رکھا کہ آدمی (محبت میں) ان کو اپنی جان پر ترجیح دیتا ہے حتیٰ کہ ان کی طرف سے دوسروں سے لڑنے کے لیئے تیار ہوجاتا ہے۔ اس لئے عزیز ترین متاع دنیا میں بیٹے اور بیوی کو پہلے ذکر فرمایا، بعض اوقات انسان اپنی جان دیدیتا ہے مگر بچوں اور بیوی کی تکلیف گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ انکی ہلاکت کو برداشت کرے۔

ایک اعتراض۔ مخالفین اسلام اس پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ مباہلہ کے معنی جب لعنت کی دعا ہوئے تو بڑے آدمی تو اپنے گناہوں کے سبب اسکے مستحق ہو بھی سکتے ہیں مگر بچے تو گناہوں سے پاک ہیں ان کی ہلاکت کی دعا کہاں جائز ہے یہ رحم کے خلاف ہے۔

جواب اللہ تعالیٰ کا قانون قرون ماضیہ سے برابر چلا آرہا ہے کہ جب کوئی قوم گمراہ ہوئی نبی کی بات نہ مانی تو ان پر ہلاک کرنے والا عذاب آیا اس میں نہ بچے رہے نہ جوان اور بوڑھے رہے سب ختم کر دیئے گئے بلکہ حیوان بھی ختم کر دیئے جاتے رہے،

اس میں راز یہ ہے۔ امر تکوینی سب ہلاک شدگان کو شامل ہے اور شرعی طور پر مجرمین کو بطور سزا اور بچوں کو بطور قانون عادیہ ہلاک کیا گیا۔ گویا وہ اپنی طبعی موت مرے،

علامہ رازی اس کا جواب یوں رقم فرماتے ہیں

ان عادة الله جارية بان عقوبة الاستئصال اذا نزلت بقوم هلكت معهم اولادهم والنساء فيكون ذالك في حق البالغين عقابا و في حق الصبيان لا يكون عقابا بل يكون جاريا مجرى اماتتهم تفسیر کبیر ص۸۷

بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا قانون شروع سے چلا آرہا ہے کہ سزا سے استئصال

جب کسی قوم پر نازل ہوئی تو قوم کے ساتھ ان کی اولاد اور عورتیں بھی ہلاک ہوگئیں یہ ہلاک ہونا بالغوں کے حق میں عذاب اور بچوں کے حق میں عذاب نہیں بلکہ قائمقام طبعی موت کے ہے،

اسی طرح مخالفین لفظ انفسنا پر اعتراض کرکے اپنے مطلب کے معنی مراد لیتے ہیں جن سے ان کا مقصود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کل انبیاء پر ثابت کرنا ہے،

یہ اعتراض بطرز استدلال ہے بظاہر اعتراض ہے اور حقیقت میں وہ حضرت علیؓ کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت کرتے ہیں،

علامہ رازی نے مخالفین کا اعتراض نقل کیا ہے ملاحظہ ہو

اعتراض مع استدلال علامہ رازی کے الفاظ ہیں وليس المراد بقوله (انفسنا) نفس محمد صلى الله عليه وسلم لان الانسان لا يدعوا نفسه بل المراد به غيره۔ واجمعوا على ان ذالك الغير كان علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه فدلت الاية على ان نفس علي هي نفس محمد۔۔ ثم الاجماع دال على ان محمدا عليه السلام كان افضل من سائر الانبياء عليهم السلام فيلزم ان يكون علي افضل من سائر الانبياء، تفسیر کبیر ص۸۳ پارہ ۳

لفظ انفسنا سے مراد نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے آپ کو بلایا نہیں کرتا بلکہ مراد غیر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ غیر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں تو آیت دلالت کرتی ہے کہ نفس علی ہی نفس محمد ہے پھر اس پر بھی اجماع ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں تو لازم آیا کہ علی بھی تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

مخالف اس طرح حضرت علیؓ کو تمام انبیاء کرام سے افضل قرار دے

رہے ہیں جو کھلا ہوا مغالطہ ہے جس سے تمام انبیاء کرام مع حضرت محمد ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے اور یہ بالاجماع کفر ہے ،

حضور ﷺ چونکہ خاتم المعصومین ہیں آپ کے بعد بھی معصوموں کے آنے کا عقیدہ رکھنا ختم نبوت کا انکار ہے ۔ جس طرح آپ پر نبوت ختم کر دی گئی ہے اسی طرح عصمت بھی ختم ہو گئی

غلط استدلال اور اسکی حقیقت قارئین پہلے اس مقدمے کو ذہن میں رکھیں کہ دو شخص یا جماعتیں جب ایک نزاعی مسئلے کے تصفیہ کے لئے ایک دوسرے کو بلاتی ہیں تاکہ اختلافی امور پر تبادلہ خیال کیا جائے تو اس صورت میں فریق یا جماعت کا بانی و ذمہ دار جو دعوت دے رہا ہے وہ خود پہلے ہی شریک ہو گا وہ کسی طرح خارج نہیں ہو سکتا ، اگر اس کو خارج کر دیں تو مقابلہ کس سے اور بحث کس سے ہو گی ،

دوسرے یہ کہ قائد لفظ امر کو جمع بول کر اپنے سمیت اپنے آدمیوں کو بھی اس میں شریک کرتا ہے جیسے یوں کہا جائے اگر آپ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو ہم دونوں فریق آتے ہیں بات کرتے ہیں بعینہ یہ واقعہ بھی ایسے ہی ہوا کہ حضور علیہ السلام پر آیت نازل ہو گئی کہ ان سے کہو مقابلے میں آئیں ہم بھی آتے ہیں اور دعا کرتے ہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ (ہم بھی آتے ہیں) سے قائد جماعت خارج ہو جاتے ،

دوسرا جواب : یہ ہے کہ نفس کے کئی معنی آتے ہیں ۔ مثلاً جان ۔ خون جسم پاس و نزدیک ہر چیز کا عین اور ذات ، جڑ ۔ ارادہ ۔ بزرگی ۔ غلبہ ۔ مبارکی ۔ اس کی جمع انفس اور نفوس آتی ہے ۔ بیان اللسان سجاد میرٹھی ۔ اور یہ خواہشات

اور روح کے معنی میں بھی آتا ہے اور اپنے متعلقین کے لئے بھی خواہ وہ کسی درجے کے ہوں ۔ یہ دونوں مفہوم قرآن مجید میں کئی جگہ آئے ہیں ۔ ان کی مثالیں پیش خدمت ہیں

روح کے معنی کی مثال : یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك (سورۃ الفجر پ۳۰)

جان کے معنی کی مثال : خلقکم من نفس واحدة (سورۃ النسآء پ۴)

ذات کے معنی میں : قوا انفسکم واھلیکم نارا سورۃ تحریم پ۲۸

متعلقین کے بارے میں : جیسا کہ گوسالہ پرستی کرنے والوں کو ارتداد کی سزا قتل سنائی گئی اور حکم ہوا ۔ ان کے رشتہ دار ان کو قتل کریں ۔ لیکن الفاظ یہ لائے گئے فاقتلوا انفسکم (سورۃ البقر) ترجمہ یہ ہوا کہ تم اپنی جانوں کو قتل کرو ۔ لیکن حکم یہ نہ تھا کہ خودکشی کرو بلکہ لواحقین قتل کریں ،

اس آیت میں لواحقین کے نفس کو مرتدین کے نفس ہی شمار کیا ہے ،

دوسری جگہ ہے (۲) یخرجون انفسھم من الدیارھم ۔ اپنی جانوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہیں حالانکہ مطلب یہ ہے اپنے ہی عزیزوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہیں یعنی جلا وطن کرتے ہیں ۔ آیت میں نکالنے اور نکالے جانے والوں کے لئے انفس بولا گیا ہے جو نفس کی جمع ہے ۔

(۳) لا تلمزوا انفسکم تم اپنے نفسوں کو طعن و تشنیع نہ کرو (سورۃ الحجرات)

یہاں بھی متعلقین اور عام مسلمان مراد ہیں جو اخوت اسلامی میں شریک ہونے کی وجہ سے متعلقین میں شامل کئے گئے ہیں ؎

نمبر (۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح اپنی تفسیر بیان القران میں یہی لکھتے ہیں متعلقین خواہ کسی درجے کے ہوں ان کے لئے انفسنا کا لفظ بولا گیا ہے قران کریم میں ہے تقتلون انفسکم ۔ تم اپنے نفسوں کو قتل کرتے ہو

؎ جیسے یہ آیت لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا (بیان القران)

وہ قتل دوسروں کو ہی کرتے تھے مگر متعلقین سے تھے تو نفس ہیں شمار کیا گیا ہے
اس زیر منظر آیت میں بھی یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے

حضور علیہ السلام سمیت آپکے سب متعلقین مراد ہیں اور ان میں سر فہرست حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ آپکے خسر بھی ہیں اور جانشین بھی رفیق غار بھی ہیں اور رفیق مزار بھی اور ہم عمر بھی جو تمام عمر آپ کے ساتھ رہے جن کو آپؐ خلیل بنانے کی تمنا کرتے تھے، اگر یہ مقام خلت مخلوق میں کسی کے لیے جائز ہوتا لاتخذت ابابکر خلیلا (الحدیث) تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا، اس لیے آیت سے غلط مفہوم لے کر مطلب برآری کرنا قرآن کریم کے ساتھ ظلم کرنا ہے۔

تیسرا جواب یہ کہ طرز خطاب میں بعض اوقات الفاظ عام ہوتے ہیں مگر متکلم اپنے آپ کو اس سے خارج نہیں سمجھتا وہ خطاب اس کے ذہن میں موجود ہوتا ہے کہ جس کی دوسروں کو دعوت دے رہا ہوں میں خود بھی اس پر عمل کرونگا اسی اصل پر یہ مقولہ مشہور ہے۔ ادعی نفسی اولا وایاکم بعدہ پہلے میں اپنے نفس یعنی ذات کو نصیحت کرتا ہوں اس کے بعد آپ کو یہی صورت یہاں بھی سمجھ لی جاتے۔ ندع انفسنا ہم اپنے نفوس کو بلاتے ہیں تم بھی بلاؤ۔

چوتھا جواب یہ کہ یہاں بلانا نہیں بلکہ آنا مراد ہے جیسے کہا جلتے تم بھی آؤ ہم بھی آتے ہیں، علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ندع کے معنی نحضر لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں ندع بمعنی نحضر انفسنا۔ دوسری جگہ نفس کو خطاب میں شامل کیا ہے دعوت نفسی الی کذا اور نفس بمعنی قریب بھی ہے، مطلب یہ ہوگا ہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے یعنی روبرو ہوکر دعا کریں (تفسیر قرطبی زیر آیت مباہلہ)

علامہ بیضاوی کی تحقیق وہ فرماتے ہیں (ندع ابنآءنا وابنآءکم) ای یدع

کل منا ومنکم نفسہ واعزۃ اھلہ والصقھم بقلبہ الی المباھلۃ تفسیر بیضاوی ۱۴۱

ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اور عزیز رشتہ داروں کو بلا لائے اور دل سے ان کو مباہلہ میں شریک کرے، انہوں نے ایسا بیان کیا جس سے اشکال خود بخود رفع ہو گیا۔ سوال ذکر نہیں کیا۔ اس مقام پر رافضی مفسرین نے تمام ضابطے توڑ دیئے اور وہ تفسیریں کی ہیں کہ اہل علم حیران رہ گئے اس سلسلے میں فیضی کی تفسیر ملاحظہ ہو جو بے نقط مشہور ہے اور اصلی نام سواطع الالہام ہے

فیضی کی یاوہ گوئی ابنآءنا: اراد ولدا اسد اللہ الکرار: نسآءنا: اراد ولدہ الودود عرس اسد اللہ واھلہ: انفسنا: اراد ولد عمہ اسد اللہ ترجمہ یہ ہوا ابنآءنا سے حضرت علی رضؓ کے بیٹے حسن رضؓ و حسین رضؓ نسآءنا سے حضرت فاطمہ علی کی بیوی اور اس کے اہل انفسنا سے علی جو ان کے چچا کا لڑکا ہے مراد ہے۔

اس تفسیر پر اہل علم حیرت زدہ نہ ہونگے۔ کہ جو فرشتوں کو بھی خبر نہیں وہ فیضی لکھ رہا ہے، یہی حال علامہ زمخشری کا ہے۔

زمخشری کی منطق وفیہ دلیل لا شئ اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام تفسیر کشاف ص ۴۳۴

اصحاب کساء کی فضیلت میں اس سے قوی دلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں انشاء اللہ اس قوت کا زور روایت کساء کی بحث میں توڑونگا۔

خلاصہ بحث (۱) یہ ہے کہ ندع کے لفظ کا غلط مفہوم لیکر انفسنا پر اعتراض کیا گیا ہے (۲) الفاظ میں عموم تھا مراد مسلمانوں کی جماعت تھی خواہ وہ اعزہ واقارب ہوں یا نہ ہوں، تفسیر خازن میں ہے قیل علی العموم الجماعۃ اھل الدین بطور عموم سب مسلمان مراد ہیں جن کو خاص کیا گیا اور پھر اخص خصوص کے طور پر حضرت علی رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرات حسنین رضؓ کو مراد لیا گیا پھر مقام حیرت ہے کہ حضورؐ

کا فرزند ارجمند حضرت ابراہیم زندہ موجود رہے آپ نے اس کو نہ لیا ،
نمبر(۱) اور نہ اپنی بیویوں کو ساتھ لیا ۔ یہ صرف اس گروہ کی کارستانی ہے جنہوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے امت مسلمہ پر وہ آفتیں ان کے ہاتھوں آئیں الامان والحفیظ ، ایک بغداد کی تباہی سب پر غالب ہے ۔ قرامطیوں نے کیا کیا یہ دردناک داستان ہے اللہ کریم مسلمانوں پر رحم فرما دیں ،

اب بھی ۲۹ ر ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ ر نومبر ۱۹۷۹ء کو جن لوگوں نے مسجد الحرام پر مسلح حملہ کیا اور حجاج کرام کو یرغمال بنایا خانہ کعبہ میں کشت وخون ہوا ، دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل زخمی ہوئے یہ بھی اسی گروہ کے افراد کا شاخسانہ ہے ، کئی دنوں سے خانہ کعبہ میں طواف نہیں ہو سکا حکومتِ سعودی نے قابو پالیا ہے اور خود ساختہ مہدی اور اس کے رفقاء کو پکڑ لیا ہے اللہ کریم اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائیں تاکہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکے

اب میں وہ روایات پیش کرتا ہوں جن سے حق کو چھپایا اور باطل کو پھیلایا گیا ۔ اہل بیت کے اولین مصداق کو گھر دں سے ہی نکال دیا اور دوسرے حضرات کو اس مقام پر لا کھڑا کیا اور اتنی تشہیر کی گئی کہ وہ جھوٹی روایات جزو ایمان بن گئیں حالانکہ ضعیف روایت کو بھی یہ مقام حاصل نہیں جو وضعی کو دیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا مسلمان اس رو میں ایسے بہہ گئے کہ انکو اس خسارے کا بھی احساس نہ رہا

اس سلسلے کی پہلی روایت یہ ہے ۔ اس روایت کا صرف آخری حصہ اس واقعہ سے متعلق ہے اسی مناسبت سے لایا ہوں ورنہ ضرورت نہ تھی

پہلی روایت حدثنا قتیبۃ بن سعید ومحمد بن عبّاد وتقاربا فی اللفظ قالا نا حاتم وھو ابن اسماعیل عن بکیر بن مسمار عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویہ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعك ان تسب ابا التراب

لہ حضرت ابراہیم کی پیدائش جمادی الاوّل ۹ ہجری میں اور وفات ۲۹ ر شوال ۱۰ھ ہجری میں ہوئی اٹھارہ ماہ کی عمر تھی حیات رسالتماب راجہ محمد شریف ص ۱۷۴

فقال اما ماذکرت ثلاثا قالھن له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ وقد خلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یا رسول اللہ خلفتنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تکون منّی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الّا انہ لا نبوۃ بعدی وسمعتہ یقول یوم خیبر لاعطین الرّایۃ رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ قال فتطاولنا لھا فقال ادعوا لی علیا فاتی بہ ارمد فبصق فی عینیہ ودفع الرایۃ الیہ ففتح اللہ علیہ ۔ ولما نزلت ھذہ الایۃ ندع ابناءنا وابناءکم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی (مسلم باب فضائل علی بن ابی طالب ج ۲ ص ۲۷۸ طبع نولکشور)

نمبر(۲) اس سلسلے کی دوسری روایت ملاحظہ ہو

حدثنا ابو بکر بن شیبۃ ومحمد بن عبد اللہ بن نمیر اللفظ لابی بکر قالا حدثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ بنت شیبۃ قالت قالت عائشۃ خرج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مُرَحَّلٌ من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۳ باب فضائل حسنین)

ترتیب وار ترجمہ ملاحظہ ہو ،

ہم سے قتیبہ بن سعید اور محمد بن عبّاد نے حدیث بیان کی دونوں کے الفاظ قریب قریب تھے انہوں نے کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے حدیث روایت کی اس نے بکیر بن مسمار سے اس نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے کہا معاویہ بن ابی

سفیان نے سعد بن ابی وقاص کو کہا کہ تجھے کونسی چیز مانع ہے کہ ابو تراب (حضرت علیؓ)
کو گالی نہیں دیتا تو سعد نے جواب دیا کہ جو کچھ تو نے ذکر کیا ہے اس کی تین
وجوہات ہیں (اس لئے میں اُسے گالی نہیں دیتا) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی کی شان میں کہی ہیں۔

اول یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بعض مغازی میں اپنے
گھر کا خلیفہ بنایا تو علی نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے
ساتھ پیچھے چھوڑ دیا (جبکہ دوسرے لوگ جہاد میں شرکت کر رہے ہیں) تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو جواب دیا کیا تو اس پر راضی نہیں ہے
کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا ہارون کو موسیٰ سے تھا ہاں فرق اتنا
ہے کہ میرے بعد نبوت ختم ہے۔

اور دوسری بات جو میں نے حضور علیہ السلام سے سنی وہ خیبر کے دن آپ کا
ارشاد کہ میں اس کو جھنڈا دونگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے
اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں ہم اس انتظار میں تھے کہ
آپ نے فرمایا علی کو میرے پاس بلاؤ وہ آپ کے پاس لاتے گئے درانحالیکہ
ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کو اپنا لعاب مبارک
لگایا (تو وہ درست ہو گئیں) اور اس کے ہاتھ جھنڈا دے دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے
ہاتھوں فتح دی۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ہے ہم اپنے بیٹوں
کو لاتے ہیں تم بھی لاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ فاطمہؓ حسنؓ
اور حسینؓ کو بلایا پھر کہا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

ترجمہ روایت دوم ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے ہم سے

حدیث بیان کی۔ ان سے محمد بن بشر نے اس سے زکریا نے اس سے مصعب
بن شیبہ اس سے صفیہ بنت شیبہ نے روایت کی کہا کہ حضرت عائشہؓ نے
فرمایا صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے درانحالیکہ آپ پر سیاہ
رنگ کی گرم چادر تھی جس پر غیر جاندار اشیاء کی تصویریں بنی ہوتی تھیں۔ اتنے
میں حسن بن علی آئے تو آپ نے اسکو (چادر میں) داخل کر لیا پھر حسین آئے
وہ اس کے ساتھ داخل ہو گئے پھر فاطمہ آئیں تو ان کو بھی داخل کر لیا پھر
علی آئے تو ان کو بھی داخل کر لیا پھر فرمایا اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تو صرف یہ
چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور اچھی طرح پاک صاف کر دے،

یہاں تک تو ترجمہ تھا اب ان کی تشریح اور واقعہ کی اصل حقیقت بیان
کرتا ہوں اور جو نقائص ان میں پائے جاتے ہیں ان کی وضاحت کیئے دیتا
ہوں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی رہ جائے۔

پہلے اس واقعہ کو ذہن میں رکھا جائے جس کو تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ
اہل نجران سرے سے مباہلے کو تیار ہی نہیں ہوئے پھر حضور علیہ السلام کو کیا پڑی
تھی کہ مقابلے کے لئے نکلتے۔ آپ سراپا رحمت کب برداشت کرتے تھے کہ
ان کی بد دعا سے اہل کتاب ہلاک ہو جائیں انہوں نے تو اہل طائف کے
لیے بد دعا نہ کی وہ ان کے لئے کیوں کرتے۔

دوسرے یہ کہ ان روایات کو صحیح مان لینے سے حضور علیہ السلام پر
کئی اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

ایک وہ جو اوپر گذرا۔ دوسرے یہ کہ آپ معاذ اللہ جلد باز تھے اور
عقل سے کام نہ لیا کہ جب مخالف صلح کے لئے درخواستیں کر رہے ہیں اور یہ
بلا مقصد بچوں کو لے کر میدان میں نکل آتے۔ یہ آپ کے خلق عظیم کے

سخت منافی ہے اور آپ کی عقل و دانش پر بھی حرف آئے گا حالانکہ آپ تمام مخلوق سے زیادہ عقیل و فہیم تھے ،

تیسرے یہ الزام بھی وارد ہوگا کہ آپ نے آیت کے کسی جزد پر بھی عمل نہیں کیا جبکہ ہم مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی قرآن کی تفسیر تھی اور ام المومنین صدیقہ رض کا ارشاد کان خلقہ القرآن اس پر شاہد ہے ،

تیسری صورت کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو کیونکہ یہ صورت زیادہ سنگین ہے ، کہ رسول ص کا قرآن پر عمل نہ تھا۔ معاذ اللہ -

علمائے بلاغت کا اصول (۱) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر لفظ اپنے مدلول پر حقیقتاً یا مجازاً دلالت کرتا ہے (۲) جب حقیقت متعذر ہو تو مجاز مراد لیا جائیگا ورنہ حقیقت ہی متعین ہو گی (۳) ایک ہی وقت میں ایک ہی ذات پر حقیقت اور مجاز دونوں کا اطلاق ہرگز نہیں ہوگا مثلاً اصول الشاشی میں تصریح ہے کہ اگر حربی کافر مسلمانوں سے ان الفاظ میں پناہ مانگیں 'امنو نا علیٰ ابنائنا فلا یدخل معھم ابناء الابناء -

کہ ہمیں ہمارے بیٹوں سمیت پناہ اور امن دیا جائے تو اس میں ان کے پوتے وغیرہ شامل نہیں ہونگے اس لئے کہ وہ حقیقی بیٹے نہیں اگر وہ شامل کر لئے جائیں تو لازم آئے گا ایک ہی ذات پر حقیقت اور مجاز کا اطلاق کیا گیا ہے جو جائز نہیں -

حقیقت متعذرہ کی مثال یہ ہے جیسا کہ عرف عام میں ہم بولتے ہیں میں نے بوتل پی ہے۔ اب لفظ کے حقیقی معنیٰ تو یہ ہیں کہ واقعی شیشے کی بنی ہوئی بوتل پی ہو مگر یہ ناممکن ہے اس لئے مجازی مراد ہوگا اور وہ مشروب ہے جو بوتل کے اندر بند ہے - یہ ہر زبان میں جاری و

ساری ہے ،

اس تفصیل کے بعد آیئے دیکھیں کہ آیت مذکورہ میں حقیقت پر عمل متعذر تھا جب ہم غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حقیقت پر عمل کرنا قطعاً دشوار نہ تھا۔ کوئی رکاوٹ اور کوئی مانع شرعی یا طبعی حائل نہ تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے آیت پر عمل کیوں نہ فرمایا اس روایت کی رو سے حضور علیہ السلام آیت کے کسی حصے پر بھی عمل کرتے دکھائی نہیں دیتے -

عربی لغت سے انحراف صورت تسلیم عربی لغت کا بھی لحاظ نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف عمل کیا گیا کس قدر زیادتی ہے کہ ابن کی جگہ نواسے اور وہ بھی مخصوص جو مجازاً بھی بیٹے نہیں ، نسائنا کی جگہ بیٹی حالانکہ لغت عرب میں بیٹی کے لئے بنت وغیرہ الفاظ ہیں اور یہ بیویوں کے لئے مخصوص ہے[1] حضور علیہ السلام کی نو ازواج مطہرات اس وقت گھر میں موجود تھیں ان کو ساتھ نہ لیا اور پھر حضور ع تمام لوگوں سے زیادہ غیرت اور حیا والے تھے انہوں نے بلا ضرورت بیٹی کو باہر لانا گوارا کیسے کیا -

آیت کا تیسرا جزو انفسنا ہے یہاں حضرت علی رض کو زبردستی داخل کر دیا گویا وہ نفس محمد ص ہو گئے۔ ایسا اتحاد ہوا کہ دو جسم اور ایک جان ہو گئے اگر اس مفروضے کو مان لیا جائے تو جس وقت حضور علیہ السلام کی رحلت ہوئی حضرت علی رض کیوں فوت نہ ہوئے جبکہ بقول ان کے نفس محمد ص تھے اور یہ بعد میں شہید کر دیئے گئے - جبکہ نفس محمد ص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے بچانے کی ضمانت دے رکھی تھی واللہ یعصمک من الناس اگر حضرت علی نفس محمد ص ہوتے تو شہید کیوں ہوتے پھر خدا کی قدرت دیکھئے بعد الوفات بھی مدفن ایک جگہ نصیب نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے اتحاد کے مفروضے کو کسی صورت بھی ثابت

---

[1] اگرچہ عام عورت کے لئے بھی بولا جاتا ہے مگر بیٹی کے لئے ہرگز نہیں ؛

نہیں ہونے دیا بلکہ غیریت پر دلالت کردی اگر یہ ممکن ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ اس کے زیادہ حق دار تھے عمر بھی ایک اور مدفن بھی اور بھی کئی مناسبتیں تھیں ،

اس تفصیل سے یہ خوب روشن ہو گیا کہ بقول مخالفین حضور علیہ السلام آیت کے کسی حصہ پر بھی عمل نہ کر سکے معاذاللہ اور یہ شان اور منصب نبوت کے شایانِ نہیں منافی ہے کہ نبیؐ خود احکام شرعی پر عمل نہ کرے ،

اب میں روایات مذکورہ بالا پر بحث کرتا ہوں جو روایت اور درایت کے اصولوں پر مبنی ہوگی ۔

پہلی روایت پر بحث اس روایت کا پہلا حصہ ہی محل نظر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ جن کو احلم الناس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے وہ ایک جلیل القدر صحابی مبشر بالجنۃ فاتح ایران کو کہتے ہیں کہ تم علیؓ کو گالیاں کیوں نہیں دیتے ،

دوسری خرابی یہ ہے کہ اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے تھے اسی لئے تو حضرت معاویہؓ تعجب سے حضرت سعدؓ سے دریافت فرما رہے ہیں ۔ اگر لفظ سَبّ کا ترجمہ برائی بیان کرنا بھی لیا جائے تو بھی ان جلیل القدر ہستیوں کی شان کے خلاف ہے وہ تو از روئے قرآن اخلاق عالیہ کا نمونہ تھے ان کو اپنے جیسا قیاس نہ کیا جائے ۔

روایت کے دوسرے حصے میں بھی کئی باتیں قابل غور ہیں

(۱) خلفہ فی بعض مغازیہ اس میں لفظ بعض آیا ہے جبکہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو بہت مشہور ہے یہ نو ہجری رجب میں پیش آیا تھا اور یہ حضرت سعدؓ بھی شریک تھے انہوں نے اس کا نام کیوں نہ لیا بعض کہکر ابہام چھوڑ دیا جو روایت کی صحت پر اثر انداز ہو سکتا ہے ۔

(۲) دوسری خرابی یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا مدینہ میں واقع نہیں ہوا بلکہ کئی منزل باہر ہوا جب منافقوں نے حضرت علیؓ کو طعنہ دیا کہ تم کو نکما سمجھ کر عورتوں میں چھوڑ دیا گیا ہے اس پر آپ مشتعل ہو گئے اور مدینہ چھوڑ دیا اور تبوک روانہ ہو گئے جب حضور علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس الزام کے جواب میں حضرت علیؓ کو یوں فرمایا کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ جس طرح ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں ان کے نائب تھے اسی طرح تو میرا نائب ہے ہاں فرق یہ ہے کہ وہ نبی تھے اور تو نبی نہیں کیونکہ میرے بعد نبوت ختم کر دی گئی ہے ، اس روایت سے خلافت بلافصل پر استدلال کرنا بھی بےکار ہے ۔ جب مثال حضرت ہارونؑ کی دی وہ حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں ان کے خلیفہ رہے جب وہ طور سے تورات لے کر واپس آئے تو ان کی خلافت ختم ہو گئی کیونکہ وہ مستقل نہیں تھی اسی طرح حضرت علیؓ کی خلافت جو گھر تک محدود تھی ختم ہو گئی اگر یہ تسلیم نہ ہو تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زندگی میں وفات پا گئے وہ مستقل خلیفہ بنے ہی نہیں تو اس صورت میں یہ تشبیہ دینا درست نہیں رہیگا اگر وہ خلیفہ بنتے تب حضرت علیؓ کی خلافت پر بھی استدلال کیا جاسکتا تھا جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ بنا تو مشبہ کیسے بن گیا ۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں : انما قال هذا لعلي حين استخلفه في المدينة في غزوة تبوك ويؤيد هذا ان هارون المشبه به لم يكن خليفة بعد موسى بل توفي في حياة موسى وقيل وفات موسى نحو اربعين سنة شرح مسلم ص۲۸۶ ج ۲

مطلب یہ ہے کہ ہارونؑ مشبہ بہ حضرت موسیٰؑ سے چالیس سال قبل

وفات پاگئے جب وہ خلیفہ ہی نہ ہوئے تو مشتبہ (یعنی حضرت علیؓ کیلئے
خلیفہ ہونگے امام صاحب نے اس مقام پر بہت کچھ لکھا ہے

روایت کا تیسرا حصہ خیبر کے دن حضور علیہ السلام نے فرمایا آج میں اسے (علم)
کو جھنڈا دونگا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ اسے
دوست رکھتے ہیں۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ معاذاللہ دوسرے صحابہ کرام
ایسے نہ تھے یہ صراحتًہ ان کی تنقیص ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت
جزو ایمان ہے اس کے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر حضرت علیؓ کو
مخصوص کرنا کسی خاص وجہ سے ہی تو ہے اور وہ اہل علم پر ظاہر اور عیاں ہے
صحابہ کرام کا ایمان ہی خطرے میں پڑجاتا ہے اگرچہ تاویل ممکن ہے۔

روایت کا چوتھا حصہ اس میں یہ اعتراض لازم آتا ہے۔ اگر وہ واقعی
اہل بیت تھے تو یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر یہ جملہ معترضہ ہے سابق
کلام سے اس کا کوئی ربط نہیں وہ آئے مباہلے کے لئے اور حضور فرماتے
ہیں یا اللہ یہی لوگ میرے اہل بیت ہیں اللہ چاہتا ہے ان کو پاک کرے
یہ سب کلام ہی بے ربط اور غیر متعلق ہے حضورؐ افصح الناس تھے ان کی
کہنا بعید از قیاس ہے اور پھر یہ گذر چکا ہے کہ واقعہ رونما ہی نہیں ہوا کیا
اہل نجران مباہلے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے لہذا یہ روایت بیان کرنیوالوں
نے کئی چیزوں کو مدنظر رکھا۔

واضعین کی غرض و غایت

(۱) حضرت معاویہؓ کی بداخلاقی کا اظہار
(۲) اس وقت جو صحابہ کرام حیات تھے ان کے کردار پر بدنما داغ لگانا
وہ بھی گالیاں دیا کرتے تھے۔
(۳) حضرت علیؓ کی باقی صحابہ پر برتری دکھانا مقصود تھا جس کے

خلافت پر استدلال کیا اور یہ کہ علیؓ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کو بہت پیارا تھا ایسے
پیارے کو ہی خلیفہ بننا چاہیئے تھا۔
صرف ان حضرات کو اہل بیت رسولؐ میں داخل کرکے دوسرے صحابہ کرام
پر تفوق دکھانا۔

ان لوگوں نے حضرت علی کو برتری دلانے کے لئے فرضی قصے بھی بہت وضع کئے ایک خیبر کی فتح کو ہی لے لیجئے کیا کچھ نہیں کیا گیا، مرحب کا قاتل حضرت محمد بن مسلمہؓ ہے مگر وہاں بھی حضرت علیؓ کو ظاہر کیا ہے، سیرت ابن ہشام نے صاف لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ طبری نے بھی لکھا ہے مگر اس نے بات واضح نہیں کی حضرت علیؓ اور محمدؓ دونوں کو ہی لکھ دیا۔ لیکن ابن ہشام لکھتا ہے
فضربه محمد بن مسلمة حتى قتله سیرت ابن ہشام ص۳۳۳ و ص۳۳۴ ج ۳
محمد بن مسلمہ نے اس پر وار کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا یہ لمبا چوڑا واقعہ ہے میں نے مختصرًا بیان کیا ہے کیونکہ یہاں یہ واقعات بیان کرنا مقصود نہیں۔

اب میں اس روایت کے راویوں پر جرح کرتا ہوں جس سے پتہ چل جائے کہ اس طبقے میں اہل فن کون اور کیسے کیسے لوگ تھے، مسلم کی روایت فضائل علیؓ اصول درایت پر پوری نہیں اترتی اگرچہ اکثر راوی بالاتفاق ثقہ ہیں بعض پر جرح کی گئی ہے اس لئے اس پر جرح ضروری تھی، رواۃ پر جرح سے پہلے امام نووی کا نوٹ پیش کرتا ہوں یہ اس مقام کے مناسب اور فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

روایت مذکورہ پر امام نووی کا نوٹ قال القاضي هذا الحديث ممتا

تعلقت به الرافضة والامامية وسائر فرق الشيعة في ان الخلافة
كانت حقا لعلي وانه وصى له بها قال ثم اختلف هؤلاء فكفرت
الروافض سائر الصحابة في تقديمهم غيره وزاد بعضهم فكفر عليا
لانه لم يقم في طلب حقه بزعمهم وهؤلاء اسخف مذهبا وافسد عقلا
من ان يرد قولهم او يناظر وقال القاضي ولا شك في كفر من قال هذا
لان من كفر الامة كلها والصدر الاول فقد ابطل نقل الشريعة وهدم الاسلام
واما من عدا هؤلاء الغلاة فانهم لا يسلكون هذا المسلك شرح مسلم ص۲۲۶

امام نووی کہتے ہیں قاضی نے کہا ہے یہ وہ حدیث ہے جس سے رافضی اور امامیہ اور تمام فرق شیعہ حضرت علی رض کی خلافت پر استدلال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ علی رض کا حق تھا کیونکہ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ پھر قاضی نے مزید کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف رائے ہوگیا چنانچہ رافضیوں نے تمام صحابہ کو کافر کہا اس بنا پر کہ انہوں نے علی کی بجائے دوسروں کو خلافت کے لئے آگے بڑھایا اور بعض رافضی یہاں تک آگے بڑھے کہ حضرت علی کو بھی کافر کہنے لگے اس لئے کہ بقول ان کے وہ اپنا حق لینے کیلئے کیوں تیار نہ ہوئے اور کوشش نہ کی۔ یہ لوگ مذہبی طور پر سب سے زیادہ کم عقل رذیل اور ان کی عقل سب سے زیادہ فاسد ہے۔ ان کے اقوال باطلہ کا جواب دینا یا ان سے مناظرہ کرنا فضول ہے اور قاضی نے مزید کہا جو شخص یہ مذکورہ عقیدہ رکھتا ہو اس کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں اس لئے کہ جو پوری امت (بشمول صحابہ کرام) اور پہلی صدی کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اس نے یقینا شریعت کے (نقل) کو باطل قرار دیا اور اسلام کی بنیادیں نابود کردیں ہاں وہ لوگ جو ان غالی

کے لوگوں کے علاوہ ہیں وہ ان کے مسلک پر نہیں چلتے۔

اس نوٹ میں اتنی وضاحت کردی کہ مزید کی ضرورت نہیں رہی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان غلاۃ کے مسلک پر نہیں یہ حکم ان کے لئے نہیں ہوگا

ان عبارات سے کسی کی دل آزاری ہرگز مقصود نہیں نہ کسی خاص گروہ کو نشانہ بنانا ہے بلکہ یہ محض اظہار حقیقت اور مسلمانوں کا تحفظ کرنا ہے تاکہ ۵ اس گمراہی سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے امت مسلمہ کو ہر طرح سے محفوظ ومامون فرمائیں۔

رواۃ پر جرح، قتیبہ بن سعید بن جمیل یقال اسمہ یحیی وقیل علی ثقۃ ثبت من العاشرۃ تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی ص۲۸۱

قتیبہ کا نام یحیی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علی تھا۔ یہ ثقہ ہے اور راویوں کے دسویں طبقے سے ہے۔

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تہذیب التہذیب میں یوں لکھتے ہیں قال ابن معین وابو حاتم والنسائی ثقة زاد النسائی صدوق وقال الحاکم قتیبة ثقة مامون الحديث الذي رواه عن الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الطفيل عن معاذ بن جبل في الجمع بين الصلوتين موضوع تهذيب التهذيب ص۳۶۱ ج ۸

ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے ثقہ کہا ہے البتہ نسائی نے لفظ صدوق زیادہ بیان کیا ہے یعنی سچا ہے اور حاکم نے بھی ثقہ اور مامون کہا ہے اور جو حدیث اس نے مذکورہ راویوں یعنی لیث۔ یزید وغیرہ سے روایت کی ہے جو دونوں نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنے کو جائز رکھنے کے بارے میں ہے وہ موضوع ہے یہ باوجود ثقہ ہونے کے روایت مذکورہ جو موضوع ہے اس کو روایت کرگیا یہ اس کی کمزوری بتاتی ہے۔

۵ اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے جو کسی مسلمان کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر اس کہنے والے پر لوٹتا ہے اور اسی طرح لعنت کرنا

محمد بن عبّاد ثقہ ہے ، (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۹ ص ۲۴۳ طبع بیروت)

حاتم بن اسمٰعیل ثقہ ہے ۔ امام نسائی نے ضعیف لکھا ہے قال النسائی لیس بالقوی تہذیب التہذیب ص ۱۲۹ ج ۲

بکیر بن مسمار قال البخاری فیہ نظر وقال العجلی ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال الحاکم استشہد بہ مسلم فی موضعین وقال ابن حبان فی الثقات ۔ ولیس ھذا بکیر بن مسمار الذی یروی عن الزہری ذاک ضعیف تہذیب التہذیب ص ۴۹۵ ج ۱

امام بخاری نے کہا ہے اس کا معاملہ محل نظر ہے (یعنی اس کا ثقہ ہونا مشکوک ہے) عجلی نے ثقہ بتایا اور امام نسائی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں اور حاکم نے کہا ہے امام مسلم نے صرف دو جگہ اس سے استشہاد کیا ہے اور ابن حبان نے ثقہ بتایا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ یہ بکیر بن مسمار وہ نہیں جس نے زہری سے روایت کی ہے بے شک وہ ضعیف ہے ۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص وکان ثقۃ کثیر الحدیث ذکر ابن حبان فی الثقات

تہذیب التہذیب ص ۶۴ ج ۵

رواۃ حدیث کسا پر جرح ابوبکر بن شیبہ ۔ بہت کوشش کی اس کے حالات نہیں مل سکے ۔ بعد میں بھی اگر اس کے حالات مل گئے تو آئندہ اڈیشن میں لکھ دیئے جائینگے انشاءاللہ تعالیٰ ۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر یہ کوفے کا رہنے والا ہے سب نے ثقہ لکھا ہے قال ابن الجنید ما رأیت بالکوفۃ مثل ابن نمیر و کان رجلا نبیلا قد جمع العلم والفہم والسنۃ والزہد وکان فقیرا وقال احمد بن سنان ما رأیت من الکوفیین من احداثہم افضل منہ وقال

ابن عدی سمعت الحسن بن سفیان یقول ابن نمیر ریحانۃ العراق وواحد الاعلام وقال سمعت ابا یعلی یقول حدیث محمد ابن نمیر یملاء الصدر والنحر تہذیب التہذیب ص ۲۸۳ جلد نمبر ۹

ابن جنید نے کہا میں نے کوفہ میں ابن نمیر کی مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا بہت تیز ذہن والا تھا اس نے علم اور فہم اور سنت اور زہد کو جمع کر لیا تھا (یہ سب خوبیاں اس میں پائی جاتی تھیں) اور فقیر آدمی تھا ۔ احمد بن سنان کہتے ہیں کوفیوں میں اس کے ہم عمروں میں اس سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا ۔ ابن عدی نے حسن بن سفیان کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ابن نمیر عراق کی خوشبو ہے اور بڑے علماء میں سے ایک ہے اور نیز کہا کہ ابو یعلی سے میں نے سنا وہ کہتے تھے ابن نمیر کی حدیث دل و سینہ کو بھر دیتی ہے (مطلب یہ ہے کہ وہ ہر لحاظ سے قابل قبول ہوتی ہے جس سے دل کو اطمینان میسر آتا ہے ۔ ابن نمیر سے امام بخاری نے بائیس ۲۲ اور امام مسلم نے پانچسو تہتر احادیث روایت کی ہیں (تہذیب التہذیب)

محمد بن بشر العبدی یہ تین ہیں دادے کے نام کے بغیر تمیز مشکل ہے دو تو کوفی ہیں (۱) مثلا محمد بن بشر بن بشیر اس کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور نسائی نے اس سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات (تہذیب التہذیب ص ۷۳ جلد نمبر ۹ ۔)

(۲) محمد بن بشر بن الفرافصہ بن المختار ۔ یہ بھی ثقہ ہے قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقۃ قال النسائی وابن قانع ثقۃ

تہذیب التہذیب ص ۷۴ جلد نمبر ۹

(۳) محمد بن بشر العبدی ۔ یہ مصعب بن شیبہ سے روایت کرتا

ہے اور یہی وہ راوی ہے جو حدیث کسار میں آیا ہے ، یہ ضعیف ہے اور یہ ایک جھوٹی روایت لوگوں میں بیان کیا کرتا تھا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جنابت اور پچھنے لگوانے اور میت کو غسل دینے سے اور جمعہ کے دن غسل فرض ہے انه كان يأمر بالغسل من الجنابة والحجامة ومن غسل الميت ويوم الجمعة - اخرجه ابوداؤد ثم قال مصعب ضعيف - (میزان الاعتدال ص۱۲۰ جلد نمبر ۴)

اس روایت میں جنابت کے علاوہ بھی کئی غسل فرض بتاتے حالانکہ صرف جنابت کا غسل ہی فرض ہے ۔ اس سے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے ۔ پھر یہ کسار کی روایت میں کیسے سچ بولتا ہوگا ۔ ابوداؤد نے روایت تو اس سے لی ہے مگر یہ لکھ دیا کہ یہ ضعیف ہے ۔

زکریا اس کے حالات کسی کتاب سے نہیں ملے ۔ یہ سخت مجہول الحال راوی ہے نہ ولدیت کا ذکر ہے رجال کی بہت کتابیں دیکھیں مگر یہ نام نہ ملا ۔

مصعب بن شیبہ یہ منکر اور جھوٹی روایتیں بیان کیا کرتا تھا ۔ کوفے کا رہنے والا ہے اکثر محدثین نے اس کو منکر الحدیث اور ضعیف لکھا ہے

قال الاثرم عن احمد روى احاديث مناكير ۔ وقال اسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ثقة وقال ابو حاتم لا يحمدونه وليس بقوى وقال ابن سعد كان قليل الحديث وقال النسائى منكر الحديث وقال فى موضع آخر فى حديثه شئ قلت وقال الدار قطنى ليس بالقوى وروى عن طلق بن حبيب عن ابى الزبير عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان يامر بالغسل من الجنابة والحجامة وعن غسل الميت ويوم

الجمعة ۔ قال ابوداؤد بعد تخريجه ضعيف وقال ابن عدى تكلموا فى حفظه وقال العجلى ثقة تہذیب التہذیب ص۱۶۲ جلد نمبر ۱۰

اثرم احمد کے حوالے سے کہتا ہے کہ منکر حدیثیں روایت کیا کرتا تھا اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ وہ اسے ثقہ کہتے ہیں اور ابو حاتم نے کہا محدثین اس کی تعریف نہیں کرتے وہ اس لئے کہ وہ قوی نہیں تھا ۔ ابن سعد کہتے ہیں وہ بہت کم حدیثیں روایت کرتا تھا امام نسائی نے کہا وہ منکر الحدیث ہے وہ اپنی ایک روایت میں کسی دوسری جگہ کہتا ہے ۔ میں کہتا ہوں ۔ دار قطنی نے کہا یہ قوی نہیں ہے وہ طلق بن حبیب سے (وہی غسل والی روایت کرتا ہے جو اوپر مذکور ہوئی)

ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے ۔ عجلی نے ثقہ کہا ہے ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رح اپنی دوسری کتاب تقریب التہذیب میں جو تہذیب کا خلاصہ ہے اس میں مصعب بن شیبہ کا ذکر یوں فرماتے ہیں مصعب بن شيبة ابن جبير ابن شيبة عن عثمان العبدرى المكى الحجبى لين الحديث من الخامسة تقریب التہذیب ص۳۳۸

یہ لین الحدیث یعنی بہت کمزور اور رواۃ کے پانچویں طبقے میں سے تھا ۔

میزان الاعتدال میں امام احمد بن عثمان ذہبی یوں لکھتے ہیں مصعب بن شيبة الحجبى المكى روى عن عمة ابيه صفية بنت شيبة وعنه ابن زرارة وابن جريج ص۱۲۰ جلد نمبر ۴

یہ اپنے باپ کی پھوپھی صفیہ بنت شیبہ سے اور اس سے ابن زرارہ اور ابن جریج روایت کرتے تھے ۔

اس کتاب میں صفیہ مصعب کے باپ کی پھوپھی ظاہر کی ہے اور یہی درست ہے
مگر صاحب تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال نے لکھا ہے کہ مصعب
اپنی جدہ صفیہ سے روایت کرتا تھا ۔ جدہ دادی اور نانی دونوں کے لئے بولا
جاتا ہے ملاحظہ ہو :۔ **مصعب بن شیبہ بن جبیر بن شیبہ بن عثمان
الحجی عن جدته صفیة وعنه ابن جریج وثقه ابن معین وقال النسائی
منکر الحدیث** ، اور اس کتاب کے حاشیے پر ابو حاتم کی رائے لکھی ہے
قال ابو حاتم لیس بقوی ص۳۱/۳۲ جلد نمبر ۳ از صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی)
یعنی مصعب بن شیبہ اپنی دادی صفیہ سے روایت کیا کرتا تھا اور اس سے
ابن جریج اور ابن معین نے مصعب کو ثقہ کہا ہے اور امام نسائی نے منکر الحدیث
بتایا ہے ، اس روایت میں صفیہ کو دادی لکھا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ
شیبہ کی لڑکی ہے اور شیبہ مصعب کا پردادہ ہے (یعنی باپ اور پردادہ دونوں
کے نام شیبہ ہیں) تو یہ اس کے دادے کی بہن اور باپ کی پھوپھی ہے اس لئے دادی
لکھنا درست نہیں **صفیہ بنت شیبہ** یہ حدیث کساء کی پہلی راوی ہے
جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہے ، اس کے حالات بہت
کتب میں تلاش کئے کہیں نہیں ملے مثلاً تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ، تاریخ کبیر امام بخاری
میزان الاعتدال ۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ، تہذیب التہذیب
تقریب التہذیب ، ابن حجر عسقلانی ، کتاب الجرح والتعدیل ۔ محمد بن ادریس رازی
ان سب کتابوں میں بہت تلاش کیا مگر اس کا نام ونشان نہیں ملا صرف وہی
دو کتابیں ہیں جنہیں اس کا نام اور ولدیت ملی ہے جو لکھ آیا ہوں ، تفصیلی
حالات کہیں نہیں ملے ثقہ وضعیف کا پتہ کیسے چلے اس کی گمنامی ہی بتا رہی
ہے کہ یہ ضعیف ہے کوفہ کی رہنے والی ہے ، جب مصعب روایت کے قابل
ہوا ہوگا اس وقت یہ اول تو زندہ ہی نہ ہوگی یا ہوگی تو بہت بوڑھی جو روایت
کے قابل ہی نہیں رہتی اس عمر میں حواس اور خاص کر حافظہ جواب دے جاتا ہے
... کی ام المومنین رضہ سے ملاقات کہاں ہوئی کوئی چیز بھی ظاہر

نہیں تو پھر ایسی مستور الحال عورت سے روایت لینے کے کیا معنی پھر مصعب
کا حال بھی آپ پڑھ چکے ہیں ۔ جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا ۔ باقی راوی
بھی سوائے محمد بن عبداللہ بن نمیر کے نقص سے خالی نہیں ، پہلا راوی
ابوبکر بن شیبہ ہے جس کے حالات کہیں نہیں ملے یہ مجہول الحال ہے
اس کا کیا اعتبار پھر محمد بن بشر العبدی ہے جو مصعب سے جھوٹی
حدیثیں روایت کرتا تھا جس کی مثال غسل والی روایت زندہ ثبوت ہے
رہا زکریا اس کی ولدیت ہی معلوم نہیں کیا پتہ چلے یہ زکریا کون ہے
مستور الحال ہے البتہ میزان الاعتدال میں اس کی جھوٹی روایت میں زکریا
کا ذکر بھی کیا ہے ۔
**محمد بن بشر العبدی عن زکریا ابن ابی زائدہ عن مصعب بن
شیبہ** ، یہاں باپ کا نام نہیں اس کی کنیت بیان کی ہے ، میں اتنی
طویل بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ روایت موضوع ہے ۔ قرآن
سے متصادم ہونے کے علاوہ روایت کے اعتبار سے بھی درست نہیں
اور درایت کے مطابق بھی پوری نہیں اترتی جس کی تفصیل یہ ہے

روایت کساء درایت کے آئینے میں | یہ درایت کے اصولوں کے
مطابق بھی درست نہیں جس کی چند وجوہات ہیں
(۱) گرمیوں کا موسم تھا اگست ۶۳۱ء کا مہینہ تھا ۔ ذو الحجہ ۹ ہجری
کو یہ وفد مدینہ آیا اور مباہلے کی بات چلی ۔ اس روایت میں گرم چادر جس
پر غیر ذی روح اشیاء کی تصویریں تھیں آپ نے اوڑھ رکھی تھی سخت
گرمیوں کے موسم میں گرم چادر ۔ یہ بعید از قیاس ہے ۔
پھر اس میں نقش ونگار بتائے جاتے ہیں مِرْط مُرَحَّل امام نووی

نے اس کی تفصیل شرح مسلم میں یوں بیان کی ہے وعلیه مرط مرحّل ونقل القاضی انه قد وقع لبعض رواة کتاب مسلم بالحاء ولبعضهم بالجیم المرحّل بالحاء المروشی المنقوش علیه صور رحال الابل وبالجیم علیه صور المراجل وهی القدور صـ ۲۹۱ جلد ۲

قاضی نے نقل کیا ہے کہ مسلم کے بعض راویوں نے مرحّل حاء کے ساتھ اور بعض نے جیم کے ساتھ روایت کیا ہے، مرحّل حاء سے ہو تو اس کے معنی ہیں ایسا منقش کپڑا جس پر اونٹوں کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوتی ہوں۔ اور جیم سے ہو تو معنی ہونگے ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی ہوں۔ اس تشریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گرم چادر منقش حضور علیہ السلام نے زیب تن کی ہوئی تھی۔

المنجد کے مترجم کی غلطی لفظ المرجل کا ترجمہ المنجد کے مترجم نے آدمیوں کی تصویریں کیا ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ المراجل مرجل کی جمع ہے جس کے معنی قدر یعنی ہانڈی کے ہیں اور المنجد کے اپنے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے المرجل من النسیج ونحوه مرجل نسیج سے ہے جس کا معنی بنا ہوا کپڑا۔ حیرت ہے مترجم نے آدمیوں کی تصویریں کیسے لکھا ہے۔ اس کا امام نووی نے خوب ترجمہ کیا ہے۔

بہرحال اس روایت میں کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں

(۲) گرمیوں کے موسم کے علاوہ نقش ونگار والا کپڑا آپ پسند نہیں فرماتے تھے ایک دفعہ دروازے پر منقش پردہ لٹک رہا تھا تو آپ گھر میں داخل نہیں ہوتے جب تک ام المومنین رضؓ نے اسے اتار نہیں دیا تو وہ ایسی خوبصورت چادر یا کمبل کیسے لیتے۔

(۳) وفد نجران نے ریشمی چادریں یعنی جن پر ریشم سے گلکاری کی ہوئی تھی اوپر اوڑھ رکھی تھیں تو آپ نے ان سے بات نہیں کی نہ ان کے سلام کا جواب دیا تو خود ایسا کپڑا کیوں استعمال کرتے۔

پھر روایت کے کئی الفاظ محل نظر ہیں مثلاً حسن بن علی رضؓ آئے تو تو آپ نے انہیں چادر میں داخل کر لیا ثم جاء الحسین فدخل معه پھر حسین آئے تو ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضؓ اور علیؓ آئے تو آپ نے ان کو بھی داخل کر لیا، ان لفظوں میں غور کریں کہ تینوں کو تو داخل کیا مگر حسین رضؓ خود داخل ہوتے یہ بداہتاً خلاف ہے اس لیئے کہ یہ اس وقت شیرخوار بچے تھے۔ اسکی تفصیلی بحث آگے آئیگی سردست میں وہ روایت پیش کرتا ہوں جس میں وہ الفاظ ہیں جو ان کو بچہ ثابت کرتے ہیں امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں

وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج وعلیه مرط من شعر اسود وکان قد احتضن الحسین واخذ بید الحسن وفاطمة تمشی خلفه وعلی رضی الله عنه خلفهما صـ ۸۵ پ ۳

حضور علیہ السلام جب باہر آئے تو ان پر سیاہ رنگ کی گرم چادر تھی اور حسین کو گودی میں لیا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہ ان کے پیچھے اور حضرت علی ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت حسین رضؓ شیرخوار بچے تھے تب ہی تو اٹھائے ہوئے تھے۔

ان دونوں روایتوں میں اختلاف پھر اس روایت میں جو امام رازی نے لکھی ہے اور وہ جو اوپر لکھ آیا ہوں یہ اختلاف ہے کہ وہاں یہ واقعہ

اتفاقاً ہوجانا دکھایا گیا اور جو امام رازی نے لکھی ہے اس میں قصداً گھر سے لے کر نکلنا ثابت کیا ہے یہ اختلاف بھی اس کی صحت پر ایک ضرب کاری ہے۔

(۴) اب رہا یہ کہ چادر میں چھپانے کی کیا حکمت تھی اور وہ چادر اتنی بڑی تھی کہ یہ سب حضرات اس میں سما گئے بات یہیں ختم نہیں ہوتی اور روایات بھی ہیں جن میں اور اشخاص بھی شامل دکھائے گئے ہیں

حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ بھی شریک تھیں عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال یا رسول اللہ بید من کنت تاخذ قال آخذ بید علی وفاطمۃ والحسن والحسین وعائشۃ وحفصۃ وھذہ زیادۃ موافقۃ لقولہ تعالی نساءنا ونساءکم ۔ سیرۃ النبویۃ حاشیہ سیرۃ حلبیہ ص۵ جلد نمبر ۳

حضرت عمرؓ دریافت فرما رہے ہیں کہ حضورؐ جب آپؐ مباہلے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے کس کس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضور علیہ السلام نے جواب دیا ۔ میں نے علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ عائشہؓ اور حفصہؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا (مؤلف آخری دو ناموں کے اضافے پر لکھتا ہے) یہ اضافہ آیت کے عین موافق ہے نساءنا ونساءکم کا مصداق ہے

اس روایت کی رو سے یہ حضرات سات ہو گئے کیونکہ حضور علیہ السلام بھی تو ساتھ تھے ۔

سوال یہ ہے کہ سات آدمی چادر میں کیسے آگئے پھر وہ روایات جو مفسرین نے نقل کی ہیں مثلاً روح المعانی میں ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور ان کے اہل خانہ کو بھی ساتھ لے آئے ۔ روح المعانی (صرف ترجمہ)

اور تفسیر المراغی میں ہے ان حضرات کے علاوہ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کریں تاکہ سب دعا کریں کہ جھوٹے پر لعنت ہو ص۱۷۵

خلاصۂ بحث یہ ہے ۔ یہ روایتیں بھی درست نہیں یہ صرف اس گروہ کے مقابلے میں لکھی گئی ہیں ۔ کیونکہ یہاں تک تو نوبت ہی نہیں آئی ۔ اگر اہل نجران مقابلہ کرتے تو پھر یہ ہو سکتا تھا پھر ان مفسرین نے روایتیں تو لکھیں مگر بلا سند لہٰذا قابل التفات نہیں ،

اب میں اس بحث کو لپیٹتے ہوئے امام بخاری کی وہ روایت لکھتا ہوں جس میں وفد نجران کا حال مذکور ہے اور یہ روایت کسا ر مستور ہے کوئی ذکر نہیں اس لئے اگر اس وقت اس کا وجود ہوتا تو ضرور کسی نہ کسی حد تک امام بخاری کو اس کا علم ہوتا اور وہ ضرور ذکر فرماتے ۔

قصہ وفد نجران بخاری کی نظر میں حدثنا عباس بن الحسین قال حدثنا یحییٰ بن آدم عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن صلۃ بن زفر عن حذیفۃ قال جآء العاقب والسیّد صاحبا نجران الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریدان ان یلاعناہ قال فقال احدھما لصاحبہ لا تفعل فواللہ لئن کان نبیا فلاعنا لا نفلح نحن ولا عقبنا من بعدنا قالا انا نعطیک ما سألتنا وابعث معنا رجلا امینا ولا تبعث معنا الا امینا فقال لابعثن معکم رجلا امینا حق امین حق امین فاستشرف لھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قم یا ابا عبیدۃ بن الجراح فلما قام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا امین ھذہ الامۃ ۔

(بخاری جلد نمبر ۲ ص ۶۲۹)

(امام بخاری کہتے ہیں) ہم سے عباس بن حسین نے حدیث بیان کی

انہیں سے یحییٰ بن آدم نے انہیں سے اسرائیل نے اس سے ابو اسحاق نے
اس سے صلہ بن زفر نے اس سے حذیفہ نے کہا کہ عاقب اور سید نجران
کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
ان کا ارادہ آپ سے مباہلہ کرنے کا تھا (لیکن نہ کیا اور) ایک نے
دوسرے سے کہا کہ ایسا نہ کرو خدا کی قسم اگر یہ نبی ہیں اور ہم نے مباہلہ
کر لیا تو نہ ہم اور نہ ہمارے بعد آنے والے کبھی فلاح پائینگے دونوں نے
کہا ہم آپ کو جزیہ دینے کو تیار ہیں آپ جو بھی مانگیں گے دیں گے
اور ہمارے ساتھ ایک امانتدار آدمی بھیج دیجئے جو بددیانت نہ ہو
آپؐ نے فرمایا آپ کے ساتھ ایسا امانتدار آدمی بھیجوں گا جو امانت
کا حق ادا کرنے والا ہوگا۔ صحابہؓ دیکھنے لگے کہ وہ کون ہوگا۔ آپ نے
فرمایا اے ابو عبیدہ اٹھئے۔ جب وہ کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے
فرمایا یہ اس امت کا امین ہے، اس پوری روایت میں کہیں ذکر
نہیں جو دوسری روایات میں مذکور ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ
وہ واقعات بعد میں وضع کئے گئے ہیں اور نہایت ہوشیاری اور چابکدستی
سے امام ہمام کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئے۔ البتہ اس روایت میں
کچھ الفاظ ایسے آئے ہیں جو دوسری روایات میں نہیں مثلاً یریدان ان
یلاعناہ یہ جمہور کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ آپ کے خط لکھنے پر
بات کرنے آئے تھے جب گفتگو ہوئی اور بحث ہوئی انہوں نے ماننے سے
انکار کر دیا۔ تو آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے ان کو دعوت
مباہلہ دی جس پر وہ گھبرا کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔
(۲) پھر اس روایت میں یہ جملہ بھی قابل غور ہے لئن کان نبیا فشک کر

معنی دیتا ہے جبکہ دوسری روایات میں لکھا ہے انہ نبی مرسل اور یہ دوسری
روایت قرآن کریم کے مطابق ہے اگرچہ اس کی تاویل بھی ممکن ہے۔
(۳) تیسری بات یہ ہے دوسری روایت میں انہوں نے ایسا آدمی
مانگا تھا جو ان کے درمیان صحیح فیصلہ کرے۔ اس روایت میں اس کا
ذکر نہیں البتہ یہ ضرور ہے صحیح فیصلہ بھی وہی کریگا جو امین ہوگا اس
حدیث کے راویوں کا حال بھی لکھتا ہوں تاکہ قارئین کو اطمینان میسر ہو

: حدیث بخاری کے راویوں کا حال :

عباس بن الحسین القنطری ابو الفضل البغدادی ویقال البصری قال ابن
احمد کان ثقة سألت ابی عنه فذکره بخیر وقال ابن ابی حاتم عن
ابیه مجهول وذکره ابن حبان فی الثقات تہذیب التہذیب ص۱۱۶ جلد نمبر ۵

یہ بغداد کا رہنے والا ہے بعض نے بصری لکھا ہے امام
احمد بن حنبل کے لڑکے نے کہا ہے یہ ثقہ ہے (اور دلیل یہ دی کہ
میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ
نے اس کو اچھے الفاظ میں یاد فرمایا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ کے
حوالے سے اس کو مجہول لکھا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں شمار
کیا ہے

یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی قال ابو حاتم کان یتفقه وهو ثقة و
قال یعقوب بن شیبه ثقة کثیر الحدیث قلت تتمة الکلام ابن سعد
وکان ثقة وقال العجلی کان ثقة جامعا للعلم عاقلا ثبتا فی الحدیث

تہذیب التہذیب ص۱۷۵ جلد نمبر ۱۱

ابو حاتم نے کہا اس کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے اور یعقوب بن

شیبہ نے بھی اُسے ثقہ کہا ہے بہت احادیث روایت کی ہیں اور
آخر میں ابن سعد کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ثقہ تھا اور عجلی نے کہا
ثقہ تھا علم کا جامع اور عاقل اور حدیث میں مضبوط تھا۔

اسرائیل بن یونس ابن ابی اسحاق السبیعی الھمدانی ابو یوسف کوفی
قال ابن مھدی عن عیسیٰ بن یونس قال لی اسرائیل کنت احفظ حدیث
ابی اسحاق کما احفظ السورۃ من القران وقال حرب عن احمد بن حنبل
کان شیخا ثقة ۔ کان یحیی یعنی القطان یحمل علیه فی حال ابی یحیی القتات
وقال روی عنه مناکیر وقال احمد ما حدث عنه یحیی بشیٔ

تہذیب التہذیب صـ۲۶۲ جلد ۱

اسرائیل بن یونس کوفی ہے ابن مہدی یونس سے روایت کرتا ہے کہ
اس نے مجھے کہا میں اسرائیل کی احادیث اس طرح حفظ کرتا تھا جس طرح
قرآن کی سورۃ حفظ کی جاتی ہے حرب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ
اُسے شیخ اور ثقہ کہتے تھے اور یحییٰ قطان اسرائیل کو یحییٰ قتات کے حال
پر قیاس کرتا ہے اس لیئے کہا ہے کہ یہ اس سے منکر حدیثیں روایت
کیا کرتا تھا اور حالانکہ احمد نے کہا ہے کہ یحییٰ نے اس سے کوئی چیز روایت
نہیں کی مطلب یہ ہے کہ امام احمد اس کے منکر الحدیث ہونے کی تردید
کر رہے ہیں اس لئے کہا کہ یحییٰ نے اسرائیل سے کوئی چیز روایت نہیں
کی خلاصہ یہ کہ وہ ثقہ ہے۔

ابو اسحاق یعنی عمرو بن عبد اللہ السبیعی ابو اسحاق بن حمزہ الحافظ الثبت
الکبیر ابراھیم بن محمد بن حمزہ بن عمارۃ الاصبھانی

احد الاعلام - تذکرۃ الحفاظ امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد ذہبی
صـ۹۱۰ - ۹۱۱ جلد نمبر ۳

حافظ بہت مضبوط اور بڑے علماء میں سے ایک تھا۔

صلہ بن زفر العبسی ابو العلاء ویقال ابو بکر الکوفی روی عن عمار بن
یاسر وحذیفة بن الیمان وابن مسعود وعلی وابن عباس قال ابن خراش
کوفی ثقة وقال الخطیب کان ثقة ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت وکذا
قال ابن سعد نزاد وکان ثقة وله احادیث تہذیب التہذیب صـ۴۳۷ ج ۴

اس کی کنیت بعض نے ابو العلاء اور بعض نے ابو بکر لکھی ہے یہ کوفے
کا رہنے والا ہے حضرت عمار بن یاسر۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابن مسعود علی
اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتا تھا۔ ابن خراش نے کہا یہ
کوفی ہے ثقہ ہے خطیب نے کہا ثقہ ہے ابن حبان نے ثقات
میں شمار کیا ہے میں کہتا ہوں اسی طرح ابن سعد نے بھی ثقات میں
شمار کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ لکھے ہیں وکان ثقة کئی حدیثیں روایت
کی ہیں،

پانچوں راویوں کے حالات لکھ دیئے ہیں جزوی اختلاف پایا گیا
ہے لیکن پھر بھی ثقہ ہی کہا ہے۔

روایات میں وجوہ اختلاف یوں تو بہت ہیں مگر کچھ راوی کی روایت
یعنی سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس سے الفاظ میں تبدیلی پیدا
ہو جاتی ہے جس سے الفاظ تبدیل ہو جاتے ہیں بعض دفعہ واقعہ کو اجمالاً بیان کرتے ہیں
بعض دفعہ کسی بیان میں کوئی قید لگی ہوتی ہے راوی مطلق بیان کر جائے
مفہوم میں اتنا اختلاف ہو جاتا ہے جس طرح وقف کی جگہ وقف
کرنے سے کلام سابق اور لاحق باہم مل جانے سے مطلب میں گڑبڑ
ہو جاتی ہے اس سلسلے میں ابن خلدون کی وہ روایت ہے جو

اہل نجران سے معاہدے کی شرائط کے بارے میں ہے اس کو بھی غلطی لگ گئی

ابن خلدون کی غلطی

اہل نجران کے صلحنامہ میں اضافہ ہے ملاحظہ ہو

كتب لهم به على الف حلة فی صفر والف فی رجب وعلى دروع و رماح وخيل وجمل ثلاثين من كل صنف تاریخ ابن خلدون ص۵۰ جلد ۲

حضور علیہ السلام نے درع تک تو جزیہ لکھا تھا باقی چیزیں نیزے گھوڑے اور اونٹ اس وقت دینے ہونگے جب اہل یمن ہم پر حملہ کریں اور یہ سب چیزیں عاریۃً ہونگی جن کے نقصان کی ذمہ داری ہم پر ہو صحیح صورت یہ تھی مگر ابن خلدون جزیہ میں لکھ گئے یہ غلطی راوی کی ہو جس نے سب چیزیں ایک ساتھ بیان کردیں اور اہل یمن کے حملہ کی صورت کو حذف کر گیا۔

اسی طرح مورخین کے ماہ صفر کے تقدم و تاخر میں اختلاف ہوا اور یہ ہے کہ یہ معاہدہ رجب کے بعد ہوا اور وہ ذوالحجہ ۹ ہجری ہے کیونکہ رجب ۹ ہجری میں غزوہ تبوک پیش آیا (سیرت ابن ہشام) آپ ایک ماہ دور رہے۔ اس لئے ماہ صفر میں پہلی قسط ادا کرنے والی روایت ہی صحیح اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ معاہدہ رجب سے پہلے جمادی الاول یا ثانی ہوا اس لئے رجب میں ادائیگی ممکن ہے۔ لیکن قرین قیاس نہیں اس کہ اس وقت تو مدینہ خالی تھا سوائے چند حضرات یا عورتوں اور بچوں کے ادائیگی کس کو کرتے۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ خود حضور علیہ السلام کو لاکر پیش کریں۔ مجھے اس پر اصرار نہیں۔ مطلب وجہ اختلاف بیان کی

اس مقام پر حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کے بارے میں بعض لوگوں نے کوشش کی ہے کہ وفد نجران سے پہلے

کریں تاکہ مباہلے والے واقعہ میں انکی عدم شرکت پر جواز پیدا کیا جاسکے حالانکہ وہ ۲۹ شوال دس ہجری میں ڈیڑھ سال کے ہوکر فوت ہوئے وہ وفد نجران کی آمد کے وقت زندہ موجود تھے۔

اب میں اس بحث کو ختم کرکے مفسرین کی آرار نقل کرتا ہوں جنہوں نے لکھا ہے کہ مباہلہ نہیں ہوا کہ وہ اس پر تیار ہی نہیں ہوتے اور ان مفسرین میں سے کسی نے روایت کسار نقل نہیں کی کہ ان کے نزدیک یہ فرضی قصہ تھا اس لئے اس کو نظرانداز کر گئے۔ ورنہ طبری ہی چھوڑ دیتا جو مذہباً رافضی تھا اور جھوٹی روایات کثرت سے لکھتا ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ کے حق میں یہ روایت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه مني وانا منه فقال جبريل انا منكما قال فسمعوا صوتا لا سيف الا ذوالفقار ولا فتى الا علي تاریخ طبری جلد نمبر ۲ ص۱۷

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں علی سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے جبرائیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں پھر ایک غیبی آواز سنائی دی کہ تلوار تو صرف ذوالفقار ہی ہے اور بہادر جوان علی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت، اگر طبری کے دور میں ظاہر ہو چکی ہوتی تو وہ کبھی نہ چھوڑتا ۳۱۰ ہجری میں وہ رابعیہ تک عدم ہوا۔

اب میں تفاسیر کی عبارات لکھتا ہوں۔

ضروری تنبیہ تفاسیر پیش کرنے سے پہلے ایک بات پہلے عرض کرتا ہوں تاکہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور قاری مغالطے میں نہ پڑے۔ وہ یہ کہ مفسرین کی اکثریت نے روایت بیان کی ہے مگر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ وفد نجران کے مباہلے سے انکار کر دینے کے بعد تقلید اللہ

ہیں۔ اور بعض نے جو محقق ہونے کے ساتھ جرأت مند بھی تھے انہوں نے تردید ہی کی ہے تقلید کا سہارا نہیں لیا۔

پھر اپنے اپنے دور میں تحقیق کا دائرہ وسیع بھی ہوتا رہا اس لئے ہر ایک اپنے علم کے مطابق لکھتا رہا،

اور بعض آنکھیں بند کر کے لکھنے کے عادی ہوتے ہیں وہ ہر روایت لکھ دیتے ہیں خواہ وہ قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف ہی ہو خواہ عصمت انبیاء مجروح ہوتی ہو جیسا تلك الغرانيق العلىٰ کا قصہ جلالین میں ہے اسی طرح کے اور بہت سے قصے لکھے ہیں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اس لئے ان قصوں کو قرآن اور صحیح حدیث کی روشنی میں دیکھنا ضروری ہے آنکھیں بند کر کے لے لینا سراسر غلط ہے

اب میں تفاسیر لکھتا ہوں پہلے وہ لکھوں گا جنہوں نے روایت نہیں لکھی یا اس کی تردید کی یا سرے سے آیت ہی نہیں لکھی۔

وہ تفاسیر جن میں روایت نہیں | جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف طبری از محمد بن جریر طبری اس نے مباہلے کا ذکر ہی نہیں کیا صرف آیت کی لفظی تشریح پر اکتفا کیا۔

ظلال القرآن از سید قطب مصری۔ اس نے یہ تفصیل لکھی ہے اور روایت کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

وقد دعا الرسول صلى الله عليه وسلم من كانوا يناظرونه في هذه القضية الى هذا الاجتماع الحاشد ليبتهل الجميع الى الله أن ينزل لعنته على الكاذب من الفريقين فخافوا العاقبة وابوا المباهلة ص۱۸۷

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مناظرہ کر رہے تھے اس اہم اجتماع کی طرف بلایا تاکہ سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ فریقین میں سے جھوٹے پر اپنی لعنت بھیجے مگر وہ عاقبت کے انجام سے ڈر گئے اور مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اس وضاحت سے خوب ظاہر ہو گیا کہ وہ مقابلے میں آنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوئے۔

تفسیر مجاز القرآن ابی عبیدہ معمر بن المثنیٰ التیمی المتوفی سنہ ۲۱۰ھ
اس نے بالکل روایت ذکر نہیں کی اور نہ ہی کچھ لکھا

اوضح التفاسیر از محمد عبد اللطیف مصری روایت ذکر نہیں کی

تفسیر مجاھد تابعی اس نے یہ آیت ہی بیان نہیں کی

تفسیر القرآن الکریم امام سفیان ثوری کوفی آیت ذکر نہیں کی

بنثر المرجان فی رسم نظم القرآن از محمد غوث بن ناصر الدین نائطی، کچھ بیان نہیں کیا

تفسیر غریب القرآن، عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ روایت بیان نہیں کی

کتاب الغریبین غریبی القران والحدیث احمد بن محمد احمد عبد اللہ شافعی آیت بیان نہیں کی

روائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن محمد علی صابونی آیت ذکر نہیں کی

تفسیر القرآن الکریم لشیخ الاکبر العارف باللہ لعلامۃ محی الدین ابن العربی

یہ شیخ ابن عربی مشہور ہیں فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مصنف ہیں ان کی رائے اس بارے میں یہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں اہل نجران مباہلے سے منکر ہو گئے تو جزیہ دینے پر صلح کر لی روایت کا کوئی ذکر نہیں

کیا۔

ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو: احجمت عن المباھلة وطلبت الموادعة بقبول الجزیة

(۱۴) تفسیر المنار، علامہ محمد عبدہ مصری یہ کیا خوب لکھتے ہیں

الروایات متفقة علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اختار للمباھلة علیا وفاطمة وولدیھما ویحملون کلمة نساءنا علی فاطمة وکلمة انفسنا علی علی فقط ومصادر ھذہ الروایات الشیعة ومقصدھم منھا معروف وقد اجتھدوا فی ترویجھا ما استطاعوا حتی راجت علی کثیر من اھل السنة ولکن واضعیھا لم یحسنوا تطبیقھا علی الآیة۔

تفسیر المنار ص ۳۲۲ جلد نمبر ۳ طبع مصر

روایات اس بات پر متفق ہیں کہ مباہلے کے لئے حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو اختیار کیا اور کلمہ نساءنا کو حضرت فاطمہؓ پر اور انفسنا کو صرف حضرت علیؓ پر محمول کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ان روایات کے اصل مآخذ شیعہ ہیں اور ان کا مقصد ظاہر اور معروف ہے۔ انہوں نے ان کی اشاعت میں انتھک محنت کی جہاں تک ان کی طاقت تھی یہاں تک کہ وہ روایات بہت سے اہل سنت میں رائج ہو گئیں لیکن ان روایات کو گھڑنے والے ان کی آیت سے تطبیق نہ دے سکے۔

کیونکہ ہر بات ہی جب الٹ کر دی گئی تو تطبیق ممکن ہی نہ رہی ابناءنا سے نواسے نساءنا سے بیٹی اور انفسنا سے حضرت علیؓ مراد لئے گئے آیت پر عمل کہاں ہوا۔ اس مقام پر مفسر علام نے بہت طویل

بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے یہ روایت کساء وغیرہ سب بنائی گئی ہیں یہ مقام پڑھنے کے لائق ہے۔

(۱۳) الترتیب والبیان عن تفسیر القرآن از محمد زکی صالح۔ روایت ذکر نہیں کی

(۱۴) تفسیر آیات الاحکام شیخ محمد السایس آیت ذکر نہیں کی

ضروری نوٹ! جن مفسرین نے آیت مباہلہ ذکر نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تفاسیر کچھ تو آیات احکام کی ہیں یا نظم اور ترتیب وغیرہ کے لئے لکھی گئی ہیں وہ قرآن کریم کی تمام آیات کی تفسیر نہیں ہیں اس لئے آیت کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس لئے ان کا حوالہ دیا ہے کہ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو اس کی اہمیت کے پیش نظر وہ اس کو ضرور لکھتے اور مباہلہ بھی ایک حکم شرعی ہے اور بہت اہتمام سے ہر فن میں تفسیر لکھی مگر اس آیت کا ذکر نہیں کیا یہی وجہ تھی۔ یہ وضاحت اس لئے کر دی کہ ناواقف حضرات خیال کریں گے ان مفسرین نے آیت کیوں نہیں لکھی، کچھ اردو تفاسیر کے حوالے بھی لکھتا ہوں جنہوں نے روایت ذکر نہیں کی۔

اردو تفاسیر: (۱۵) ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم،

"چنانچہ نجران سے عیسائی پیشواؤں کی جو جماعت مدینہ آئی تھی پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں مباہلے کی دعوت دی مگر انہیں مقابلے کی جرأت نہ ہوئی اور اطاعت کا اقرار کر کے واپس چلے گئے جلد نمبر ۲ ص ۳۱۱/۳۱۲

(۱۶) تدبر القرآن مولانا امین احسن اصلاحی: تاریخ سے ثابت ہے کہ نصاریٰ نے قرآن کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں کی جس سے یہ بات آخری درجے میں واضح ہو گئی کہ سیدنا مسیح کے

بارے میں وہ اپنے موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تھے (جلد نمبر ۱ ص۱۱۷)

(۱۷) تفسیر القرآن مولانا محمد انشاء اللہ صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار وطن لاہور وہ لکھتے ہیں۔ ابو نعیم نے دلائل میں بطریق عطاء و ضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے کہ نجران کے آٹھ نصرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انہی میں عاقب اور سید ان کے دو نامور آدمی تھے۔ ان روایات کی نسبت علامہ شیخ محمد عبدہٗ کی رائے ہے کہ اگرچہ روایتیں اس پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کے لئے علی۔ فاطمہ۔ حسن و حسین علیہم الرضوان کو انتخاب فرمایا لیکن یہ روایتیں موضوع ہیں جن کو اہل بیت رضوان علیہم کے شان میں غلو کرنے والوں نے یہانتک رواج دیا کہ عام طور پر تحصیل گئیں تاہم یہ روایتیں آیت تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم پر منطبق نہیں ہوتیں، اس لئے کہ ان روایتوں کے واضع یا واضعین نے کلمہ نساء سے حضرت فاطمہؓ مراد لی ہیں جیساکہ مذکورہ بالا اور اس موضوع کی دیگر روایتوں سے ظاہر ہے۔ لیکن کلمہ نساء بول کر عرب بیٹی مراد نہیں لیتے خصوصاً جبکہ بیویاں موجود ہوں جلد نمبر ۲ ص۱۱۵۴

پھر آگے چل کر مزید فرماتے ہیں غرضیکہ میرے نزدیک یہ روایتیں یا تو باہم متعارض ہیں یا ان میں سے بعض کا اول خود اپنے آخر کا معارض ہے اس لئے ان کی صحت بھی محل کلام ہے۔ یعنی عقل جو روایت کی جانچ کی پہلی میزان ہے ان کو صحیح تسلیم کرنے سے ابا کرتی ہے اور موضوع بتاتی ہے جلد نمبر ۲ ص۱۱۵۶، اب وہ تفاسیر لکھتا ہوں جن میں روایت بیان کی گئی ہے

وہ تفاسیر جنمیں روایت کا ذکر ہے

آئندہ صفحہ پر

(۱) روح البیان : الشیخ اسمٰعیل حقی البروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ

(۲) تفسیر کبیر للامام : فخر الدین رازی

(۳) تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر : جمال الدین ابن الجوزی بغدادی

(۴) فتح البیان فی مقاصد القرآن : نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ

(۵) تاج التفسیر لکلام الملک الکبیر : للامام محمد عثمان المیرغنی مصری

(۶) تفسیر مظہری : قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(۷) تفسیر البحر المحیط : اثیر الدین اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ

(۸) النہر المار من البحر : لابی حیان برحاشیہ بحر المحیط

(۹) کتاب الدر اللقیط من البحر المحیط : تلمیذ ابی حیان برحاشیہ بحر المحیط

(۱۰) تفسیر القرآن المسمیٰ تبصیر الرحمٰن : از علامہ علی الہائمی

(۱۱) سواطع الالہام المعروف تفسیر بے نقط : فیضی

(۱۲) روح المعانی : علامہ آلوسی بغدادی

(۱۳) علامہ شہاب الدین آلوسی نے اس روایت کے ساتھ ایک اور روایت بھی لکھی ہے

واخرج ابن عساکر عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنہم انہ لما نزلت ھذہ الآیہ جاء بابی بکر وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ وھذا خلاف ما رواہ الجمہور،

جب یہ آیت نازل ہوئی تو (حضور علیہ السلام) حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹوں اور عمر اور ان کے بیٹوں اور عثمان اور ان کے بیٹوں اور علی اور ان کے بیٹوں کو مقابلے میں لے آئے یہ روایت جمہور کے خلاف ہے، دراصل یہ روایت اس روایت کے مقابلے میں

... علامہ نے کہا ہے

... ہے نہ وہ اسی لئے ... کی تردید نہیں کی ہے

مگر انہوں نے اس روایت کساء کی تردید نہیں کی ہے۔

... التنزیل : امام ابی الحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ

... القرآن العزیز : شیخ محمد نووی الجاوی

... تفسیر القرآن : سید معین الدین متوفی ۸۹۴ھ

... فی تفسیر القرآن العظیم : حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن کثیر القرشی الدمشقی۔

... عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل

... زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ

... معتزلی شیعہ ہے اس کی عبارت لکھ آیا ہوں

... نسفی : امام عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی

... تفسیر قرطبی الجامع الاحکام القرآن : عبد اللہ بن احمد انصاری قرطبی

... الدر المنثور فی تفسیر بالماثور : علامہ جلال الدین سیوطی

(۲۲) تفسیر بیضاوی : علامہ ناصر الدین بیضاوی

(۲۳) جلالین : جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی

(۲۴) لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف خازن علاء الدین علی بن ابراہیم البغدادی

(۲۵) التفسیر المراغی : امام عبد اللہ احمد المصطفیٰ المراغی، روح المعانی کی طرح دونوں روایتیں لکھی ہیں

اردو تفاسیر

(۲۶) بیان القرآن : مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۲۷) حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

(۲۸) بیان القرآن : محمد علی قادیانی

(۲۹) کشف الاسرار : خواجہ ...

(۳۰) تفسیر منہج الصادقین : ملا فتح اللہ ...

(۳۱) تفسیر ... لکھتا ہے اہل نجران نے کہا دیکھو یہ پیغمبر ہو اور اگر یہ

... ساتھ لاتے تو سمجھو تو یہ سچا نہیں اور اس سے مباہلہ کرو۔ یہ گفتگو ان کے سرکردہ خاص عزیزوں کو لاتے تو مباہلہ نہ کرو ... لوگوں کی باہم ہوتی۔ جب حضور علیہ السلام حضرت علی و فاطمہ وغیرہ کو لے آئے تو عیسائی دیکھ کر ڈر گئے اور مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اس کذاب نے وہ بات لکھی جو پہلے کسی نے نہ لکھی تھی۔ یہ اس کی تحریر کا اردو میں خلاصہ پیش کیا ہے۔

حضرات حسنینؓ کی عمروں کے بارے میں

الحمد للہ اب کتاب تمام ہوا چاہتی ہے بہت کچھ بیان ہو چکا حکایات تفاسیر اور مفسرین کی آراء بھی پیش کر دی ہیں آخر میں چاہتا ہوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی عمروں کے بارے میں بھی کچھ وضاحت کر دوں یہ یاد رہے ان بزرگوں کی عمریں مورخین کے لئے معمہ بنی ہوئی ہیں اور محققین کے لئے عقدہ لاینحل میں اپنی بساط کے مطابق کوشش کرونگا کہ قارئین کو صحیح حالات بہم پہنچاؤں تاکہ یہ عقدہ بھی حل ہو جائے۔ یہ سب الجھاؤ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پیدا کئے گئے۔ اگر یہ عقدہ حل ہو جائے تو بیشتر مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔ اور اس معمہ کا مرکزی نقطہ حضرت حسن رض

کی صحیح تاریخ پیدائش ہے اگر یہ جوتے شیر لائی جا سکے تو حضرت حسینؓ کی عمر کا مسئلہ بآسانی حل ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے میری مدد فرمائیں اور کامیابی سے ہمکنار کریں آمین ع۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

حضرت حسنؓ کی تاریخ پیدائش میں اس سلسلے کی ابتدا تاریخ طبری سے کرتا ہوں یہ پہلا مورخ ہے اور شیعہ بھی ہے اس کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو شاید یہی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا دے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ روایات باہم متناقض ہیں آخر فیصلہ پھر ہمیں ہی سمجھ سمجھ کر دلائل کی روشنی میں کرنا پڑیگا کہ حقیقت کیا ہے اور اس کا مسخ شدہ چہرہ کیا،

لیجئے ملاحظہ فرمائیے ۔

وفی هذه السنة اعنی ثلاث من الهجرة ولد الحسن بن علی بن ابی طالب فی النصف من شهر رمضان وفیها علقت فاطمة بالحسین صلوات الله علیها وقیل لم یکن بین ولادتها الحسن وحملها بالحسین الا خمسون لیلة (طبری جلد نمبر ۲ صـ۲۹)

اور اس سال یعنی تین ہجری میں حسن بن علی ابی طالب نصف رمضان میں پیدا ہوئے اور اسی سال فاطمہ صلوات اللہ علیہا حسین سے حاملہ ہوئیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن کی ولادت اور حضرۃ حسین کے شکم مادر میں آنے میں صرف پچاس راتوں کا وقفہ ہے ۔

ان مورخین سے کوئی پوچھے تمہیں کسطرح پتہ چل گیا کہ حضرت فاطمہؓ کو حسن کی پیدائش سے پچاس دن بعد پھر حمل ہو گیا کیا ان کو حضرۃ علیؓ یا حضرت فاطمہؓ نے بتایا تھا جبکہ تقریباً چالیس دن تو نفاس کے بن جاتے ہیں جن میں قربت زوجین حرام ہے ۔ اگرچہ ہم اس امکان

کی تردید نہیں کرتے مگر اس کے ثبوت کے لئے بھی تو دلیل چاہیئے ۔ خالی کسی کا کہدینا صحت واقعہ کے لئے دلیل نہیں بن جاتا اور پھر لفظ قیل سے اس روایت کا ضعیف ہونا تو خود طبری کو بھی تسلیم ہے ۔

اس قسم کی دور از کار باتیں مورخین کی کتابوں میں بہت ملتی ہیں معلوم ہیں ان مخفی سرائر کا ان کو الہام ہوتا ہو گا ۔ تاریخ اسلامی میں سب سے بڑی خامی یہی رہی کہ واقعات کی تحقیق نہیں کی گئی ہر سُنی ہوئی بات لکھ دی گئی ۔ درایت کا اصول تو تاریخ میں کہیں ملتا ہی نہیں اس کی مثالیں دوں تو طوالت ہو جائیگی اور اصل مسئلہ دور جا پڑے گا بس اشارہ کافی ہے ۔

حضرت حسینؓ کی تاریخ پیدائش وفیها ولد الحسین بن علی بن ابی طالب لیال خلون من شعبان جـ۲ صـ۲۹ (طبری واقعات چار ہجری)

اور اس سال حسین بن علی بن ابی طالب شعبان کی کچھ راتیں گذرگئی تھیں کہ پیدا ہوئے ،

اب آئیے طبری کی حضرت حسنؓ کی پیدائش پر ایک اور جھلک ملاحظہ کیجئے وہ پیدائش نہیں لکھ رہا ہے واقعہ اور لکھ رہا ہے مگر جب واقعہ کی منظر کشی اپنے روایتی انداز میں کرتا ہے تو پہلا لکھا ہوا بھول جاتا ہے سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد ۔

واقعہ کا پس منظر پہلے عرض کرتا ہوں تاکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ بھی ہو اور سمجھنے میں دشواری بھی نہ ہو واقعہ یہ ہوا جب ۸ ہجری میں مکہ والوں نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو حضور علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی ۔ آپ نے مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں شروع

کردیں مکہ والوں کو بھی اطلاع مل گئی انہوں نے اپنی غلطی کا احساس کیا
اور حضور علیہ السلام کو اس ارادے سے باز رکھنے کے لئے ایسے آدمی
کو بھیجنا چاہا جس کی حضور علیہ السلام قدر کرتے تھے وہ حضرت ابوسفیان رضؓ
تھے۔ یہ مدینہ پہنچے تو پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ملے اور آنے کی وجہ
بیان کی اُدھر سے کوئی جواب نہ ملا تو مایوس ہوکر حضرت عمر رضؓ پھر حضرت عثمان رضؓ
کے پاس گئے اور وہی حالت ہوئی ان میں سے کسی نے حضور علیہ السلام
کے روبرو سفارش نہ کی اُنہوں نے کہا حضور علیہ السلام اب پختہ عزم
کرچکے ہیں انکو کوئی روکنے والا نہیں آخر کار وہ حضرت علی رضؓ کے پاس آئے
اور سفارش کی درخواست کی۔
اس واقعہ کو طبری نے تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتا ہے جب حضرت
ابوسفیان رضؓ حضرت علی رضؓ کے گھر گئے ان کے پاس حضرت فاطمہ رضؓ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور ان کے پاس حسن بن علی چھوٹے
بچے تھے جو ماں کے سامنے قدم قدم چل رہے تھے عبارت ملاحظہ ہو

فدخل علی علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعندہ فاطمہ بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندھا الحسن بن علی غلام یدبُّ بین یدیھا
(جلد دوم واقعات ۸ ہجری ص۱۱۳ طبع بیروت)

یدبّ دراصل رینگنے کو کہتے ہیں دَبٌّ مصدر ہے اسی سے دآبّہ
ہے یہ عمر ایک سال سے بھی کم بنتی ہے اور زیادہ سے زیادہ سال
ہوگی اسی لئے تو کوئی قدم رکھ کر چل رہا ہے اس عمر میں بچہ
تیز نہیں چل سکتا
اس تفصیل کے بعد میں یہ کہوں گا یہ بالکل درست ہے اسکی

ئید ملا باقر مجلسی کے بیان سے بھی ہوتی ہے کیونکہ ان حضرات کی
ائش کے وقت دایہ حضرت اسماء رضؓ بنت عمیس زوجہ محترمہ حضرت جعفر رضؓ
جو حضرت علی رضؓ کے بڑے بھائی تھے یہ حضرت جعفر کے ساتھ
میں ہجرت کر گئی تھیں جب سات ہجری میں خیبر فتح ہوگیا اور
ور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خیبر میں ہی فروکش تھے تو یہ مہاجرین کا
لہ حبشہ سے خیبر میں آکر حضور علیہ السلام سے آملا۔ جب یہ سات
ری کے شروع میں مدینہ آئے تو بعد میں حضرت حسن رضؓ کی ماہ رمضان
پیدائش ہوئی اور آٹھ ہجری میں جب حضرت ابوسفیان رضؓ وہاں
تو یہ بمشکل سال کے تھے اس کے بعد حضرت حسین رضؓ کی عمر کا
کہ ہی ختم ہوگیا ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں حضرت اسماء
ت عمیس کا دایہ ہونا اور عقیقہ کے وقت حضور علیہ السلام کا
ے بکرے کی ران دینا لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرۃ
ن رضؓ سات ہجری میں ہی پیدا ہوئے (جلاء العیون ج ص۲۰۷ طبع لاہور)
یہاں مزید تفصیل کا موقع نہیں ارباب تحقیق خود مطالعہ کریں تو
حقیقت ان پر منکشف ہوجائیگی اور یہ سربستہ راز کھل جائے
وفد نجران کی آمد کے وقت ان حضرات کی عمر کتنی تھی حضرت حسین رضؓ
رقت شیر خوار بچے تھے جن کو روایت میں چادر میں خود داخل
لکھا ہے ان حضرات کی عمر کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا
یں نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ دوسروں سے الگ ہے
اس پر مزید لکھنا طوالت کا باعث ہوگا اور نہ ہی ان کی عمر ل
یادہ کاوش درکار ہے یہ ضمناً لکھ دیا ہے

آخر میں کچھ ضروری توضیحات عرض کر کے کتاب ختم کرتا ہوں

ضروری توضیحات:- (۱) حدیث کے بارے میں ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حجت شرعی ہے اس کا انکار کفر ہے۔ حدیث صحیح قرآن کی شرح و تفسیر ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ معارض قرآن نہ ہو جو معارض ہو وہ حدیث ہی نہیں ہے اور بعض وہ احادیث بھی ہیں جو احکام بیان کرتی ہیں مگر وہ احکام قرآن میں صراحۃً نہیں ہیں تو یہ احادیث بھی قابل عمل ہیں معارض نہیں کیونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اس کی مثالیں فقہ میں بہت ملتی ہیں جیسے حلال و حرام جانوروں کی تفصیل وغیرہ۔ حاصل یہ کہ حدیث صحیح کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے اور یہ لکھنا یا عقیدہ رکھنا کہ مخالفین اسلام نے صحیح احادیث میں موضوع روایات ملا دیں اور لاکھوں کی تعداد میں گھڑیں اور علمائے حق نے موضوعات کو صحاح سے الگ کیا خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ لاکھ سے چار ہزار رکھیں باقی رد کر دیں (یہ تعداد امام نووی نے التقریب صد ۲ میں یوں لکھی ہے ویحذف المکرر اربعۃ آلاف بسکر احادیث کو نکال کر چار ہزار ہیں) علماء کرام نے موضوعات پر کتابیں لکھیں اور ملا علی قاری رح نے موضوعات کبیر مستقل کتاب لکھی یہ ذخیرۂ احادیث کو مشکوک بنانا نہیں ہے بلکہ صحیح کو جعلی سے محفوظ کرنا ہے۔ ایسا کون مسلمان ہے جو حضور ص کی حدیث اور سنت پر ایمان نہ رکھتا ہو آپکا اسوۂ حسنہ پوری سنت پر حاوی ہے اور امت کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ وضاحت کم فہم اور تنگ ظرف حضرات کے لئے خاص طور پر ضروری سمجھی تاکہ ان کا ہدف بننے سے مامون رہ سکوں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں یہی مناسب ہے

ے وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات ؛ دے دل اُن کو یا مجھ کو زبان اور

اور یہ مقولہ بھی مشہور ہے من صنّف ھدف جس نے تصنیف کی وہ نشانہ بنا اس لئے امان تو مشکل ہے ہاں اس کے حصول کی کوشش اور تمنا ضرور ہے۔

(۲) کتاب لکھنے کی غرض و غایت اصلاح و اتحاد بین المسلمین ہے

(۳) سربستہ راز سے پردہ اٹھا کر حقیقت کو نمایاں کرنا اور اندھی عقیدت سے نجات دلانا، تجسس اور تحقیق کی لگن پیدا کرنا۔ نہ کسی فرقے کی دل آزاری مقصود ہے نہ فتنہ انگیزی،

ں نے اپنی کتاب "اصحاب رسول قران کی نظر میں" اور ہجرت نبوی و معیت صدیقی" میں اسکا خاص خیال رکھا ہے فتنہ و فساد نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے اب اسکا اعادہ اہل علم کی شان نہیں۔

(۴) میں نے تصویر کے دونوں رُخ واضح کر دیئے ہیں یہ نہیں کیا کہ پنے مطلب کی عبارت لے لی جائے اور دوسری نظر انداز جیسے کہ اکثر مصنفین کی عادت مستمرہ ہے اس سے قاری اندھیرے میں رہتا ہے یہ مصنف کی ذمہ داری ہے کہ قارئین کو ایک روشن شمع فراہم کرے گھٹا ٹوپ اندھیرے۔ پھر نتیجہ دلائل کی روشنی میں جو اس کے نزدیک ں ہو کرے میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس کی مثالیں خود کتاب میں جائیں گی اور خاصکر بحث رجال میں یہ نمونے عام ملیں گے۔ اسی طرح رخین کے اقوال بھی دونوں طرح کے لکھ دیئے ہیں ایک کو دلائل ے راجح قرار دیا ہے۔

(۵) اصل کتب سے عبارات نوٹ کیں اور تراجم خود کئے اور انصاف

اور دیانت کو ملحوظ رکھا گیا ہے پھر بھی اگر لغزش ہوگئی ہو تو سہو پر محمول
نہ کہ عمد پر، انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے

ناقدین سے التماس | تنقید ہم عصر اہل علم کا حق ہے کہ غلطی دیکھیں تو آگا
فرما دیں مگر اس کو غلطی جاننے اور ثابت کرنے کے لئے کچھ اصول ذہن میں رکھ

(۱) کتاب اگر تاریخی ہو تو تاریخ کے آئینہ میں جانچا جاتے اگر قرآن
کے علوم کے بارے میں ہے تو قرآن کی روشنی میں دیکھا جا
علیٰ ہذالقیاس جس فن کی ہو اس فن کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے ایسا
کہ ایک ریاضی پر کتاب لکھے تو ناقد کہے تو نے تاریخ کی فلاں غلطی
ہے پہلے تاریخ پڑھتے پھر لکھتے۔

اور تنقید سے غرض اصلاح ہو تنقیص اور توہین نہ ہو مگر
یہ بد قسمتی ہے کہ ہم اس مقام سے گر گئے ہیں توہین کرنا
بازاری الفاظ استعمال کرنا اور اگر صحیح تاویل بھی بن سکتی ہو وہ نہ
بلکہ غلطیاں تلاش کرتے رہنا اور اگر کوئی بات اپنے ذوق اور
کے مطابق نہ ہو تو بھی اسے غلطی تصور کرنا اور باقی تمام خوبیوں
نظر انداز کر جانا یہ نہ اخلاقاً درست ہے بلکہ شرعاً بھی ناجائز ہے
اکرام مسلم اور احترام انسانیت اسلام کا طغرۂ امتیاز ہے،

افسوس ہم اس نعمت سے تہی دست ہو گئے ہیں اور ہم
جذباتیت جنون کی حدوں سے متجاوز ہو جائے تو کیا کوئی ضابطہ
جو اس کو راہ پر لا سکے

اور یہ جذباتی اس حقیقت کو یکسر بھول جاتے ہیں کہ اگر

کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کریں گے تو وہ بھی منہ میں زبان رکھتا ہے
جواب پھر اپنے اوپر ہی آکر پڑیگا اس لئے ضروری نہیں کہ اپنی
عزت کے لئے ہی دوسرے کی عزت پر حملہ نہ کریں کسی نے خوب کہا

ے وقل للشامتین بنا افیقوا   سیلقی الشامتون کما لقینا

ہمیں بُرا کہنے والوں سے کہدو ہوش میں آؤ کیونکہ جو کچھ ملامت گرو‌ں
سے ہمیں ملا ہے وہ ان کو بھی مل کر رہیگا۔

حماسی نے یوں فریاد کی

ے لم یبق سوی العدوان دنّا هم کما دانوا
وفی الشر نجاة حین لا ینجیک احسانٌ

جب سرکشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو ہم نے بھی ان کو وہی مزہ
چکھا دیا جو انہوں نے ہم سے کیا تھا، اور حقیقت یہ ہے جب احسان
ومروت فائدہ مند ثابت نہ ہوں تو سوائے جنگ کے چارا نہیں۔

دعا | اللہ کریم غفور ورحیم منعم ارزاق واعمار وعقل وفہم وادراک۔ کاشفِ
اسرارِ کائنات معطی حیات وممات۔ مالک کون ومکان۔ خالق ہر دو
جہاں۔ بے مثل ومثال۔ لاشریک ونظیر یہ ذرۂ ناچیز آپ کے حضور
ہدیہ عجز ونیاز لیکر حاضر ہوا ہے اور یہ کتاب بطور تحفہ لایا ہے اس کو شرف
قبول عطا ہو اور میری نجات کا ذریعہ و واسطہ ہو آپ کی مخلوق کا
اس سے بھلا ہو۔ بھولے ہوئے بھی صراط مستقیم پر آجائیں اور یہ
صدقہ جاریہ جاری رہے جن احباب نے جس قسم کا مالی یا قولی تعاون
کیا ہے قبول فرما اور جزائے خیر سے نواز آپ کے خزانے بے انتہا
لامحدود آپ کی عطا۔

میرے والدین اور اساتذہ کرام کے درجات بلند فرما، آپ کے بحر جود کرم سے کوئی بھی محروم نہ رہے۔

علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور کے احباب نے میرے ساتھ بہت تعاون کیا ہے جو کتاب ضرورت پڑی انہوں نے حاضر کی اس کار خیر میں ان کو بھی شریک فرما اور اجر عطاء فرما اور نبی کریم علیہ السلام اور آپ کے اصحابؓ اور ازواج اور اولاد پر صلوٰۃ وسلام تا قیام قیامت اے منعم انعام جاری وساری رہے اور ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہو آمین۔

عبدالغنی شیدآ موضع منجھوہٹہ قاضیاں تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی پاکستان حال خطیب مدنی مسجد فاروق گنج لاہور

۳، ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۵/۱۰/۷۹

تاریخ اختتام نظر ثانی ۱۱، محرم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲، دسمبر ۱۹۷۹ء سوا بارہ بجے رات ختم شد

عبدالغنی شیدآ عفی عنہ

نوٹ:۔ اسی پتہ پر خط وکتابت کریں

مآخذ

تفاسیر کے علاوہ جن کتب سے استفادہ کیا ان کی فہرست یہ ہے

کتب احادیث : بخاری، مسلم

شروح بخاری : فتح الباری شرح بخاری۔ عمدۃ القاری۔ کرمانی۔ لامع الدراری۔ ارشاد الساری

شرح مسلم : امام نووی محی الدین یحیٰی بن شرف

کتب اسماء الرجال : تہذیب التہذیب۔ تقریب التہذیب تذہیب تہذیب الکمال۔ تذکرۃ الحفاظ۔ الجرح والتعدیل۔ میزان الاعتدال۔ تاریخ کبیر،

کتب تاریخ : طبری۔ البدایہ والنہایہ۔ ابن خلدون۔ طبقات ابن سعد۔ تمدن اسلام عرب

کتب سیرت : سیرت ابن ہشام۔ سیرت حلبیہ۔ سیرت النبیؐ علامہ ابن کثیر۔ عصر النبیؐ۔ حیات رسالتمآب۔ اصح السیر فی ہدی خیر البشر۔ سیرۃ النبویہ حاشیہ سیرت حلبیہ

کتب لغت : بیان اللسان۔ المنجد۔ فیروز اللغات فارسی

کتب اصول فقہ : اصول شاشی

اصول حدیث : التقریب امام نووی

کل اسّی کتب نوٹ : صرف دو کتابوں کے حوالے نہیں دیئے مطالعہ ہی کیا ہے وہ تاریخ کبیر امام بخاریؒ اور لامع الدراری علامہ رشید احمد گنگوہیؒ۔

ان کے علاوہ اور کئی کتب کا مطالعہ کیا مگر یہاں ان کا ذکر نہیں کیا کہ طوالت ہو گی

تقریظ

جناب ڈاکٹر محمد سلطان صاحب نظامی لاہور

نبی آخر الزمان صلعم نے دلائل و براہان کے ذریعہ جب اتمام حجت کر دیا اور نجران کے عیسائی وفد نے حقیقت سے اجتناب کرتے ہوئے دلائل قبول کرنے سے انکار کر دیا تو رحمۃ اللعلمین نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی چونکہ دعا کی قبولیت کے عیسائی بھی قائل ہیں اور انجیل میں ہے کہ نبی برحق کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اس لئے انہوں نے تباہی کے خوف سے مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی اور جزیہ ادا کرنے کی شرائط قبول کر لیں لیکن دشمنان اسلام اور منکرین صحابہ رض نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر جس میں مباہلہ کی دعوت کا ذکر ہے کی من مانی تاویل کرتے ہوئے تمام صحابہ رض اور صحابیات رض اور ان کی آل و اولاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس آیت کا مصداق صرف حضرت علی رض حضرت فاطمہ رض اور حسنین رض کو ٹھہرایا اور اسطرح حضرت علی رض کو سید البشر صلعم کا خلیفہ بلا فصل ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی حالانکہ اسی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ، میں ان شقی القلب افراد کی سازش کو رب کائنات پہلے ہی بے نقاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

"پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں ، فتنہ پیدا کرنے کے لئے یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی (من مانی) تاویل کریں"

زیر نظر کتاب "تفسیر آیت مباہلہ" نایاب کتب کے حوالہ جات

سے مزین ہے مولینا عبد الغنی شیدا صاحب نے لاتعداد تفاسیر قرآن ، احادیث اور کتب تاریخ کے عمیق مطالعہ کے بعد اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ مباہلہ تو ہوا ہی نہیں مولانا موصوف نے جس تفصیل و تحقیق سے اس واقعہ کی نقاب کشائی کی ہے اس سے صدیوں پرانی غلط روایات کے تار و پود کو بکھیر کر حقیقت کو اجاگر کیا ہے

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولینا موصوف کو مزید تبلیغ و اشاعت دین کی توفیق مرحمت فرمائے اور اہل حق کو ان کے دینی علوم سے زیادہ سے زیادہ مستفیض و مستفید ہونے کا موقع دے

وما علینا الا البلاغ

احقر محمد سلطان نظامی عفی عنہ

۲-۳-۸۰

کتاب اصحاب رسول جرائد کی نظر میں

ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۶ ر ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ ۲۸ر ستمبر ۱۹۷۹ء

اصحاب رسول قران کی نظر میں: لاہور کی معروف آبادی فاروق گنج کی مرکزی مسجد کے خطیب مولانا عبدالغنی شیدا جہاں ایک فاضل مقرر وخطیب ہیں وہاں بڑے اچھے مضمون نگار اور مصنف ہیں زیر تبصرہ رسالہ جو ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کا عنوان نام سے ظاہر ہے مولانا موصوف نے متعدد ابواب اور ذیلی فصول کے تحت حضرات صحابہ علیہم الرضوان کے متعلق قرانی آیات کا احصار کیا ہے اور بڑے خوبصورت اور دل نشین انداز میں ان کی تعبیر وتشریح فرمائی ہے انہوں نے صحابہ کرام کی جماعت پر اعتراضات ونکتہ چینی کرنے والے بے لگام وبدخواہ عناصر کی قرآن کی روشنی میں خوب خوب نقاب کشائی کی ہے اور بتایا ہے کہ دشمنان صحابہؓ اللہ کی نظر میں کیسے ہیں۔ بہرحال کتاب مطالعہ کے لائق ہے، کتاب ساڑھے چھ روپے میں دفتر جمعیت محبین صحابہ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور سے دستیاب ہے

تبصرہ: مولانا سعید الرحمن صاحب علوی ایڈیٹر خدام الدین لاہور

روزنامہ امروز لاہور کی رائے

۷ر دسمبر ۱۹۷۹ء "اصحاب رسول قرآن کی نظر میں" مؤلفہ مولانا عبدالغنی شیدا ناشران جمعیت محبین صحابہ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور، ضخامت ۱۷۶ صفحات ہدیہ چھ روپے پچاس پیسے،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر قیامت تک کے لئے کتنا احسان عظیم ہے کہ آپ نے انسانوں کو جہالت اور گمراہی کے گڑھے سے نکالا انہیں توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا ان کے سینوں کو اللہ پر ایمان اور اطاعت کے نور سے منور کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کی محنت شاقہ کے بعد مطہر ومزکیٰ نفوس کی ایک جماعت تیار کی تھی اس جماعت کے ارکان کو صحابہ کرام یا اصحاب رسول کے مقدس لقب سے یاد کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی بنفس نفیس تربیت فرماکر انہیں دنیا بھر کے لئے ہدایت ونیکی کا نمونہ بنایا قرآن کریم کا ارشاد ہے (تاکہ تم اے صحابہ تمام لوگوں کیلئے نمونہ ہو جاؤ اور رسولؐ تمہارے لئے نمونہ ہوں) یہ اصحاب رسولؐ ہی کا صدقہ ہے کہ نبیؐ برحق کے ارشادات، شب وروز کے معمولات اور آپ کی ہر حرکت وسکون جو مجموعہ دین ہے ہم تک منتقل کردی اور حقیقت میں یہ ان حضراتؓ کا امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحابؓ کی سوانح وسیرت پر مختلف نامور مصنفوں اور سیرت نگاروں نے مختصر اور ضخیم کتابیں تالیف فرمائی ہیں ان کی اہمیت مسلم ہے۔ لیکن زیر نظر تالیف اس اعتبار سے خصوصیت کا درجہ رکھتی ہے کہ فاضل مؤلف نے اصحاب رسولؐ

ین قرآن حکیم کی روشنی میں کیا ہے
ا ہر مضمون محبین صحابہ رض کے لیئے مشعل راہ
د ایک مکمل کتاب ہے
ا ہے ، (م - ج - محمد جہانگیر)

راتے وقت لاہور
، " اصحاب رسول قرآن کی نظر میں "
ا، ضخامت ۱۷۶ صفحات ، کتابت
لمسی ، قیمت ساڑھے چھ روپے
ہ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور
سلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم ہستیاں ہیں جن
رسول نے خود کی ان میں سے بھی خلفائے
ہم کا مقام بہت بلند ہے وہ رسولِ خدا
ب سے زیادہ بزرگ ہیں
مقصد کے لئے لکھی گئی ہے کہ صحابہ کرام رض کی
دت پیش کی جائے ۔ چنانچہ مصنف نے
ی کی ہے کہ وہ صحابہ کرام کے مناقب قرآن
عام پر لائیں انہوں نے ساتھ ہی ساتھ
دیا ہے کتاب چار حصوں میں تقسیم کی گئی
و سمجھنے کے اصول بیان کئے گئے ہیں
دعی لحاظ سے صحابہ کرام کے مناقب (اور

تیسرے باب میں مخصوص صحابہ کرام کے مناقب بیان کیئے گئے ہیں

آخری باب میں امہات المومنین کا بیان ہے جیسا کہ کتاب کی تقریظ میں درج ہے ۔ مصنف نے نہایت عمیق اور تحقیقی نگاہ سے قرآن کریم کا مطالعہ کر کے قرآنی حقائق سے صحابہ کرام کی سیرت کے ہر پہلو کو مزین کیا ہے

کتاب بلاشبہ عظمت صحابہ کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے (تبصرہ جاوید مسعود ہمدانی)

آپ

اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے صحیح اور مستند حالات زندگی اور انمٹ کارنامے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی (کتاب اصحاب رسول قرآن کی نظر میں) منگوائیے اور مطالعہ کیجئے، اس میں صحابہ کرام کے وہ کمالات اور کارنامے ملیں گے جن کے پڑھنے کے بعد کسی کا دام فریب آپ کو دھوکہ نہیں دے سکے گا، ثواب بھی معلومات بھی،

پہلا ایڈیشن ختم ہو رہا ہے، مصنفہ عبدالغنی شیدا خطیب

دوسری کتاب **ہجرت نبوی و معیت صدیقی** رضی اللہ عنہ

اس کتاب میں صدیوں کے ڈالے ہوئے پردے چاک کئے گئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا واقعہ ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا تھا اور کیا بنا دیا گیا اور یار غار کی وفا اور اس کے اہل بیت کی خدمات جلیلہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد معلوم ہونگی

آپ

ضرور پڑھیئے اور دوسروں کو

پڑھائیے اور ثواب حاصل کیجئے

مصنفہ

عبدالغنی شیدا خطیب